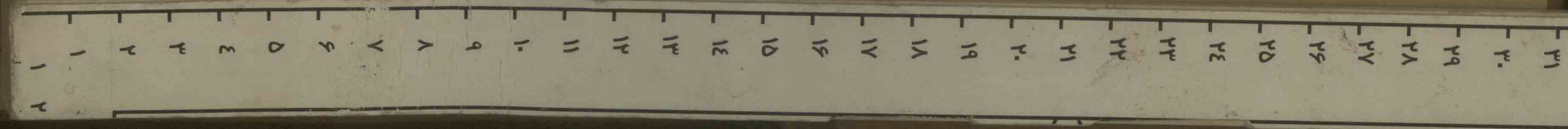
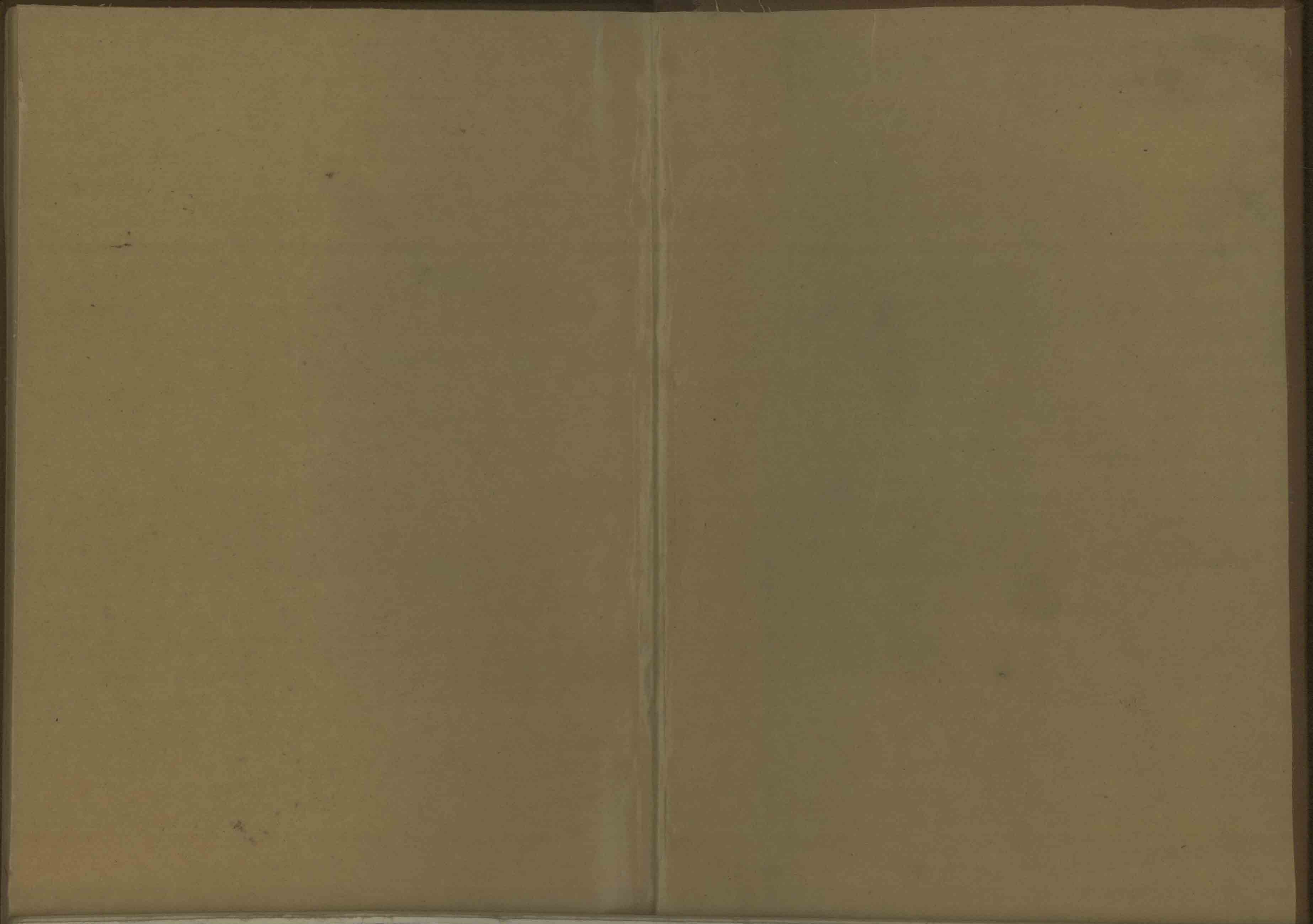
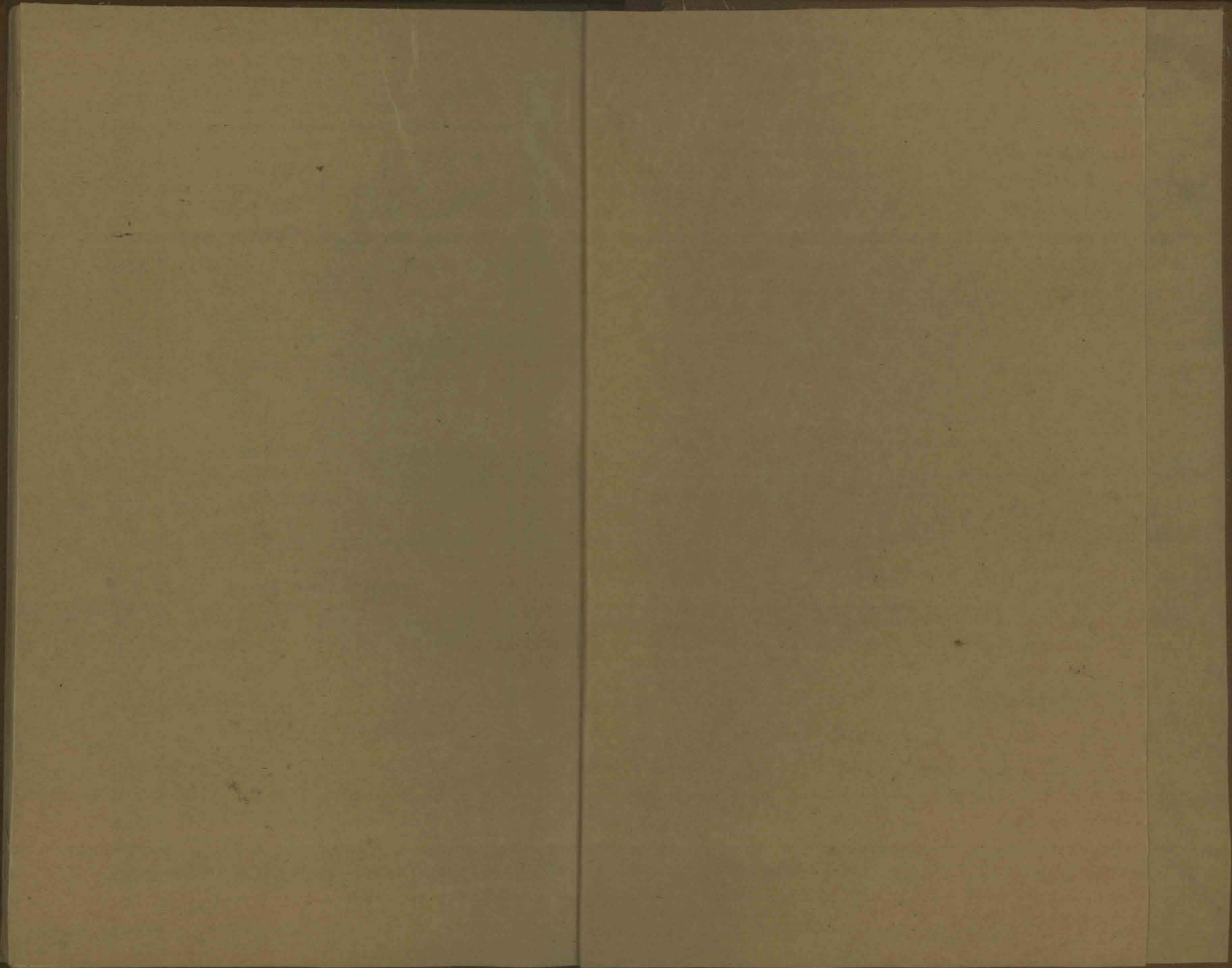


2 1
1
2
3
3
4
5
6
7
8
9
10
11
12
13
14
15
16
17
18
19
20
21
22
23
24
25
26
27
28
29
30
31
32
33
34
35
36
37
38
39
40
41
42
43
44
45
46
47
48
49
50
51
52
53
54
55
56
57
58
59
60
61
62
63
64
65
66
67
68
69
70
71
72
73
74
75
76
77
78
79
80
81
82
83
84
85
86
87
88
89
90
91
92
93
94
95
96
97
98
99
100





ضمیر و کلیات نظم عالی

مشتقاً

نظم و شرفاری و سربنی

جو ابتدائے سن تین سے ۳۲ سالہ تک مختلف اوقات میں
عالیجناب شمس العلماء مولوی حافظ خواجہ الطاف حسین صاحب عالی
کے کلک جو اہر سلاک سے تراوش پانی رہیں
اور اب فادہ عام کے لئے

حسب نیش جناب حافظ محمد یعقوب صاحب مجددی پانی پتی
سے ۳۳

فاکس حافظ عبد الستار بیگ نے اپنے

ہندوستان کے واقعہ ہمارے طبع کیا
محققین نے اس پر توجہ دینی چاہی

۲۵۹۸۰



فهرست مضامین ضمیمه اردو کلیات نظم حالی

نمبر	مضمون	صفحه	نمبر	مضمون	صفحه
۱	تمهید	۱	۱۵	قطعه تاریخ وفات قبل از وقت سید محمود علی مرحوم	۲۸
۲	نظریات	۵	۱۶	خلف سید سید علی نبیه همین برادر سید جواد	۲۹
۳	تخمین غزل نعتیه جناب مرزا غالب مرحوم	۱۶	۱۷	بهار در کرا نطلبه شیده کایتا محمد کای علی گند	۳۰
۴	که در حیات ایشان نوشته شده بود	۱۸	۱۸	قطعه بر وفات وزیر الدوله خلیفه سید محمد حسن خاں	۳۱
۵	در شکر سیه همان نواری قاضی محمد خلیل صفا	۱۹	۱۹	مردم وزیر ریاست پشمال	۳۲
۶	بر بلوی که در زمانه قحط و بری گفته شد	۲۰	۲۰	قطعه مرثیه وفات جناب شیخ الدوله خلیفه	۳۳
۷	در شکر لطف عنایت سید کریم است علی مرحوم	۲۱	۲۱	سید محمد حسن خاں مرحوم برادر خرد وزیر الدوله انفقو	۳۴
۸	صفا تخلص مجامع و دواع از پشمال	۲۲	۲۲	قطعه بر شرف خطاب بیجا نب حضرت غالب رحیم	۳۵
۹	در تامل جرات مولانا شبلی مدظلہ	۲۳	۲۳	قطعه دیگر	۳۶
۱۰	در تامل بر وفات یکی از فرزندان همایون	۲۴	۲۴	ترجیع بند	۳۷
۱۱	کشن پرشاد و بهادر دارالامان کراچی تخلص شاد	۲۵	۲۵	مرثیه ذواب مختار الملک مرزا لاریج میر	۳۸
۱۲	رباعیات در شکر سیه شیری مرسله دولتی علی	۲۶	۲۶	مرثیه علیخان مرحوم دارالامان کراچی نظام کراچی	۳۹
۱۳	فان صلیب آلہ بر فیض نظام کراچی در حیدر آباد	۲۷	۲۷	طرف کیسی تعلیمی رسته اعلوم علی گنده اشاعت یافت	۴۰
۱۴	در شان نواب ضیاء الدین احمد خان مرحوم	۲۸	۲۸	قصیده در تحنیت عید الفطر جناب ذواب سر	۴۱
۱۵	دولتی تخلص به تیر و فانی در شان دربار و	۲۹	۲۹	آسمان بیا بهادر مرحوم	۴۲
۱۶	خطاب حضرت ممتاز مرحوم	۳۰	۳۰	قطعه در تحنیت عید اضحی بیجا نب سترخان	۴۳
۱۷	قصائد و قطعات و غیره	۳۱	۳۱	بهادر دارالامان سرکار عالی نظام	۴۴
۱۸	قصیده در روح جناب خیران آقا جی بحرین	۳۲	۳۲	قطعه در سپاس لطف و کرم جناب کریم خان	۴۵
۱۹	الشرفین ذواب کتب علیخان مرحوم تخلص	۳۳	۳۳	دقتیکه عنان اداره تعلیم بیجا نب دست ایشان	۴۶
۲۰	مصطفی آباد رام پور	۳۴	۳۴	ترتیب ماه بانه جلالی و نظم	۴۷
۲۱	قطعه بر وفات آفرین نواب محمد علیخان مرحوم	۳۵	۳۵	فرد	۴۸
۲۲	مستخلص بر شکر رئیس جہانگیر آباد و جمع بشکر	۳۶	۳۶	شکر بر مشر و شون خیر محمد پرست از طرف عزیز	۴۹
۲۳			۳۷	انشاء اسد خان مرحوم دہلوی	۵۰
۲۴			۳۸	قطعه طبع دیوان شعی اقبال حسین بلیغ شوق	۵۱
۲۵			۳۹	قصیده در شان جناب مستطاب سر محمدی امیر	۵۲
۲۶			۴۰	حبیب مدد خان لی دولت خدا و او فغان نشان	۵۳

ضمیمہ اردو کلیات نظم حالی

صفحہ	غلط	صحیح	صفحہ	غلط	صحیح	صفحہ	غلط	صحیح
۱	۵	سیتہ	۸۳	۱۸	سیدت	۱۲۶	۱۲	بالن دایا
۱۲	۱۲	یاراے	۸۴	۶	صوتہ ہیں	۱۲۷	۲	صدق
۱۶	۱۶	نوت	۸۵	۱۵	کسانے کر	۱۲۸	۵	مصیب
۱۹	۱۹	شبیہ	۸۶	۱۹	موانع	۱۲۹	۵	قہقری
۲۰	۱	دولع	۸۷	۸	اور انارافل	۱۳۰	۸	مہایتہ
۲۵	۴	انتی	۸۸	۱۱	آن کارنیک	۱۳۱	۱۹	تاثرہ
۲۶	۲۶	نوت	۸۹	۵	کہ افرادیک	۱۳۲	۲	سینفند
۳۰	۵	متم	۹۰	۵	لا یغیر	۱۳۳	۵	کشتی
۳۱	۱	ازیں	۹۱	۷	جزہ کیچ	۱۳۴	۱۰	قد کشتفت
۳۲	۱۵	کوت نہیں	۹۲	۲	وہ شہیدہ	۱۳۵	۷	اغلقہ
۳۳	۱۶	خلق در	۹۳	۱۱	آمد و گپ	۱۳۶	۷	اغلقہ
۳۴	۱۷	آن میراج	۹۴	۱۲	لطافت بکرا	۱۳۷	۱۸	وہودیش
۳۵	۷	سنبان	۹۵	۱۱	عالیہ	۱۳۸	۹	من ہم
۳۶	۱۳	یست اس	۹۶	۱۱	سیرشت	۱۳۹	۶	دیار وصال
۳۷	۱۵	ہوہوہ	۹۷	۱۱	راقم غوگیا	۱۴۰	۱۱	علا
۳۸	۱	سیرشت	۹۸	۱۱	آہ اناں	۱۴۱	۹	التیم
۳۹	۸	آواں	۹۹	۱۰	رنگینا پری	۱۴۲	۱۰	آجی
۴۰	۲	رگس بخیرہ	۱۰۰	۱۰	آجی	۱۴۳	۱۰	آجی
۴۱	۴	استنباط	۱۰۱	۱۰	آجی	۱۴۴	۱۰	آجی
۴۲	۴	استنباط	۱۰۲	۱۰	آجی	۱۴۵	۱۰	آجی
۴۳	۴	استنباط	۱۰۳	۱۰	آجی	۱۴۶	۱۰	آجی
۴۴	۴	استنباط	۱۰۴	۱۰	آجی	۱۴۷	۱۰	آجی
۴۵	۴	استنباط	۱۰۵	۱۰	آجی	۱۴۸	۱۰	آجی
۴۶	۴	استنباط	۱۰۶	۱۰	آجی	۱۴۹	۱۰	آجی
۴۷	۴	استنباط	۱۰۷	۱۰	آجی	۱۵۰	۱۰	آجی
۴۸	۴	استنباط	۱۰۸	۱۰	آجی	۱۵۱	۱۰	آجی
۴۹	۴	استنباط	۱۰۹	۱۰	آجی	۱۵۲	۱۰	آجی
۵۰	۴	استنباط	۱۱۰	۱۰	آجی	۱۵۳	۱۰	آجی
۵۱	۴	استنباط	۱۱۱	۱۰	آجی	۱۵۴	۱۰	آجی
۵۲	۴	استنباط	۱۱۲	۱۰	آجی	۱۵۵	۱۰	آجی
۵۳	۴	استنباط	۱۱۳	۱۰	آجی	۱۵۶	۱۰	آجی
۵۴	۴	استنباط	۱۱۴	۱۰	آجی	۱۵۷	۱۰	آجی
۵۵	۴	استنباط	۱۱۵	۱۰	آجی	۱۵۸	۱۰	آجی
۵۶	۴	استنباط	۱۱۶	۱۰	آجی	۱۵۹	۱۰	آجی
۵۷	۴	استنباط	۱۱۷	۱۰	آجی	۱۶۰	۱۰	آجی
۵۸	۴	استنباط	۱۱۸	۱۰	آجی	۱۶۱	۱۰	آجی
۵۹	۴	استنباط	۱۱۹	۱۰	آجی	۱۶۲	۱۰	آجی
۶۰	۴	استنباط	۱۲۰	۱۰	آجی	۱۶۳	۱۰	آجی
۶۱	۴	استنباط	۱۲۱	۱۰	آجی	۱۶۴	۱۰	آجی
۶۲	۴	استنباط	۱۲۲	۱۰	آجی	۱۶۵	۱۰	آجی
۶۳	۴	استنباط	۱۲۳	۱۰	آجی	۱۶۶	۱۰	آجی
۶۴	۴	استنباط	۱۲۴	۱۰	آجی	۱۶۷	۱۰	آجی
۶۵	۴	استنباط	۱۲۵	۱۰	آجی	۱۶۸	۱۰	آجی
۶۶	۴	استنباط	۱۲۶	۱۰	آجی	۱۶۹	۱۰	آجی
۶۷	۴	استنباط	۱۲۷	۱۰	آجی	۱۷۰	۱۰	آجی
۶۸	۴	استنباط	۱۲۸	۱۰	آجی	۱۷۱	۱۰	آجی
۶۹	۴	استنباط	۱۲۹	۱۰	آجی	۱۷۲	۱۰	آجی
۷۰	۴	استنباط	۱۳۰	۱۰	آجی	۱۷۳	۱۰	آجی

ضمیمہ اردو کلیات نظم حالی

مشتلبر
نظم و شعر فارسی و عربی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَصَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

تیرہویں صدی ہجری کے وسط تک ہندوستان کے مسلمان بالخصوص فارسی زبان میں نظم و شعر لکھنے اور خط کتابت کرنے کے عادی تھے جس شخص کو ادب سے مناسبت ہوتی تھی وہ اکثر فارسی زبان کی شاعری اور انشا پردازی میں طبع آزمائی کرتا تھا اسکا سبب کچھ تو سلاطین کے طریقے کی پیروی کا خیال تھا جو عموماً اسی زبان میں تصنیف تالیف کرتے تھے۔ اور کچھ یہ وجہ تھی کہ اردو جو انکی مادری زبان تھی زیادہ تر بول چال میں اور سیدہ شعر و سخن میں محدود تھی۔ اور ہر شخص کا یہ کام نہ تھا کہ پہلے ہی پہل شائع عام کے خلاف ہر قسم کی تحریروں میں اردو زبان کو استعمال کر سکے۔ بڑے بڑے ذی علم اور لائق اصحاب اردو زبان میں خط کتابت کرتے ہوئے ہچکچاتے تھے۔ چنانچہ اردو زبان کے قواعد تک فارسی ہی میں لکھے گئے۔ اور اردو کے شاعر وادب کا تذکرہ بھی فارسی ہی میں قلمبند کیا گیا۔

ایک اور وجہ اردو زبان کا رواج نہ ہونے کی یہ تھی کہ اہل علم اور لائق اشخاص اردو میں تصنیف

سے جیسے میر تقی میر کی دیہ کے لطافت ۱۲۰ جیسے تذکرہ گلشن بہار مرتبہ نواب مصطفیٰ خان مرحوم ۱۲

تالیف یا خط کتابت کرنے کو اپنی کسرشان سمجھتے تھے چنانچہ مذہبی اور علمی کتابیں اکثر عربی زبان میں اور کبھی کبھی فارسی میں لکھی جاتی تھیں۔ مگر رفتہ رفتہ زمانہ کے انقلاب سے وہ میلان کم ہونا شروع ہوا۔ اور آخر کار یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ دونوں زبانوں میں تصنیف و تالیف کرنا یا نظم و نثر لکھنا موقوف ہی نہیں ہوا بلکہ بمقابلہ اردو زبان کے محض فضول سمجھا جانے لگا۔ عربی علم ادب تو بہت دن پہلے ملک سے رخصت ہو چکا تھا۔ مگر غالب مرحوم اور ان کے معاصرین کے بعد فارسی شاعری اور انشا پر داری کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

مذکورہ بالا انقلاب کے تقریباً سو تیرہ برس پہلے راقم کو فارسی نظم و نثر لکھنے کا خیال پیدا ہوا تھا۔ لیکن ایک عرصہ تک وہ خیال میلان طبع کی حد سے آگے نہیں بڑھا۔ حسن اتفاق سے ۱۸۸۳ء میں میرا تعلق جناب غفران آباد نواب محمد مصطفیٰ خاں مرحوم و مفتوحہ رئیس بی و علاقہ دارجاگواپا ضلع بلند شہر کی سرکاری جو کہ فارسی میں حسرتی اور اردو میں شیفتہ تخلص کرتے تھے۔ ہو گیا۔ اس تعلق کی وجہ سے تقریباً آٹھ نو برس انکی خدمت میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ چونکہ جناب ممدوح کا قیام ۱۸۸۵ء کے بعد سے زیادہ ترجہاگیر آباد میں رہنے لگا تھا جہاں مخاطب صبح کیا تھا۔ اسلئے وہ فکر شعر کی طرف بہت کم متوجہ ہوتے تھے۔ لیکن جب راقم وہاں رہنے لگا تو رفتہ رفتہ جناب صاحب کا شوق از سر نو تازہ ہو گیا۔ اگرچہ اس وقت تک مجھ کو فارسی یا اردو میں فکر شعر کرنے کا بہت ہی کم اتفاق ہوا تھا مگر جناب ممدوح کو اوسر متوجہ دیکھ کر میرے دلیں بھی تحریک پیدا ہوئی۔

فارسی یا اردو کی جس زمین میں وہ غزل لکھتے مجھے بھی اپنے ہاتھ شریک فرماتے۔ نیز میں نے تنہائی اور قلت مشاغل کے سبب بنی ادب کی موس بھی ملیں چنگیاں لینے لگی۔ اگرچہ علم ادب کسی استاد سے باقاعدہ پڑھنے کا کبھی اتفاق نہ ہوا تھا۔ اور نہ کسی ادیب سے اصلاح لینے کا موقع ملا تھا۔ مگر چونکہ لٹریچر سے فی الجملہ نسبت تھی۔ کبھی کبھی ڈاکشروں کی مدد سے ادب کی آسان کتابیں

دیکھنے لگا۔ شدہ شدہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ عربی نظم و نثر پر خود رو مبتدیوں کی طرح ہاتھ ڈالنے کی جرأت ہوئی۔ غرض کہ فارسی اور اردو کے ساتھ عربی نظم و نثر میں بھی جتنا فحینا خامہ فرسائی کرتا رہا آخر وہ زمانہ آ پہنچا کہ فارسی اور عربی کے مخاطب صبح تمام ملک میں نایاب ہو گئے۔ اور دونوں زبانیں ہندوستان کی مژدہ زبانوں میں شامل ہونے کے قابل ہو گئیں۔

یہ تو ظاہر ہو کہ مادی زبان کے سوا دوسری زبان میں جو نظم یا نثر لکھی جاتی ہو گو کہ وہ کسی ہی بے عیب ہوا بل زبان کی نظر میں سکی کچھ وقعت نہیں ہوتی۔ الا ماشاء اللہ۔ ناں یہ ممکن ہو کہ اہل وطن کے نزدیک قبولیت کا درجہ حاصل کرے۔ لیکن جب اہل وطن کسی ملکی انقلاب کے سبب اس غیر زبان سے بیگانہ محض ہو جائیں۔ اور اسکی جگہ ملک میں دوسری زبان قائم ہو جائے تو رفتہ رفتہ اسکی شاعری اور انشا پر داری کا چراغ ہمیشہ کے لیے گل ہو جاتا ہو۔

یہی حال آج کل ہندوستان میں فارسی اور عربی لٹریچر کا ہے۔ دونوں زبانوں کی نظم و نثر کے سوسے جو کبھی کبھی کے لکھے ہوئے پڑے تھے۔ انکی نسبت متر و متنا کر انکو کیا کیا جائے تو قوم میں کوئی ایسی محفوظ لائبریری نظر نہ آتی تھی جہاں افراد قوم کے ڈکڑن آجھے یا بڑے حسیاط کے ساتھ رکھے جائیں۔ پھر اہل وطن کا ان دونوں زبانوں سے عموماً نا آشنا ہونا اپنے اس قسم شعر کا مضمون یا دولاتاتھا

سخن پر ہمیں اپنے روزنا پڑے گا یہ دفتر کسیدن ڈبونا پڑے گا

لیکن مذکورہ بالا اسودات کچھ تو اس جہ سے کہ بڑی کاوش سے لکھے گئے تھے اور زیادہ تر اس خیال سے کہ قومی خصوصیات کی یادگار تھے۔ انکو رائیگاں کھونا گوارا نہ ہوا۔ چنانچہ تمام بچے جن جن ہم پہنچ کے اور ہر سہ فراہم کیے گئے۔ اور ذیل کی ترتیب کے ساتھ اس مجموعے میں جو کیا بات نظر آئے کے آخر میں بطور ضمیمے کے ملحق کیا جائے گا۔ و غل کر فیے گئے یعنی اول نظم فارسی۔ اس کے بعد فارسی

پھر نظم عربی۔ اُسکے بعد شعر عربی +

یہ ضخیمہ اگرچہ کم بیش فارسی اور عربی دونوں زبانوں کی نظم و نثر پر مشتمل ہے۔ مگر عربی کلام بہت قلیل ہے کہ اسکا عدم اور وجود برابر ہے۔ حتیٰ کہ اگر اسیں ایک قصیدہ حضرت مولانا دمقّت دینا شاہ عبدغنی النقشبندی مجددی قدس سرہ کی شان میں نہوتا۔ جو تقریباً ۳۸۳۳ ہجری میں مدینہ منورہ بھیجا گیا تھا۔ اور جسکی نسبت جناب ممدوح نے بعض اُدبائے مدینہ کی پسندیدگی کا اظہار فرمایا تھا۔ تو راقم کو ہرگز یہ جرأت نہوتی کہ اپنا عربی کلام اس ضخیمہ میں داخل کرنے کی مبادرت کرتا ہوں۔

از مقام

پانی پت

حالی

نظم فارسی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

غزلیات

یہ غزلیں اُسی زمانے کی ہیں جبکہ خیالات میں کسی قسم کا انقلاب پیدا نہیں ہوا تھا۔ جس قسم کے مضامین غزلوں میں اوپر سے بندھتے چلے آتے تھے۔ اُسی روش پر چند غزلیں لکھی گئی تھیں۔ جنکو معدودہ چند کے سوا میں اپنے موجودہ خیالات کے موافق چپک میں پیش کر نیکے لائق نہیں سمجھتا تھا لیکن بعض احباب کے اصرار سے انکو اس مجموعہ میں شامل کرنے پر مجبور ہوا ہوں۔

اتے تھیکہ بغض تو خطا را	وے ناز بخوف تو رجا را
عاجت کند از طرب فراموش	خوابی چو بسوئے خود گدا را
جاد و دل خویش ہم نیابد	رافی زمرت چو پاؤشا را
علت تو بری و باز بندی	بر صنعت و یگاں شفا را
تا شیر زنت مصلحت را	بد نام نموده دوا را
باز صبا نموده گرم	بر ہم زودہ طسره دوتا را
باشعلہ ہزار امید	پوشیدہ سراغ دعا را
در روشنی ہزار غور شید	گم ساختہ چشمہ بقا را

برقے زافق بروں چمانده برپا زوہ در ہمش گیا را
 زہرے بگلوئے جاں فشاندہ لب تشنہ خویش کردہ مارا
 در ہون صبر وادہ دستے ق انداز بہت ان ولبا
 از غیر گسستہ اندک اندک دلہائے بافت آشنا را
 ہر یک ز قیاس و علم واداک ق از نور تو شد حجاب مارا
 ایں پردہ کہ ششم بگفت بہت ہر بار ز روئے عالم آرا
 از آئینہ نام بجز مثال ہم رنگ زو او ہم جبارا
 زخمے ز تو بے نمک نخواستیم ہم در فرست و ہم دوارا
 راز تو بلب نمی پسندیم ہم ساز بسوز و ہم نوارا
 از سختی و ہر روتا ہم دائم گرم ستم نما را
 از شعلہ دل بجاں خبر کن مہمل مگذار کیمیہ را
 ز شمیم ز سرق تا قدم بہت مارا در چشیم مائیہ را
 کردیم گناہ و فاش گفتیم بہذیر گناہ بے ریا را
 حرف طلبت بلب نہ زبید انداختم از میاں و عارا
 تا بر کریم تو ہمیکہ دارم در راہ فلکندہ ام عصارا
 حالی! چہ زنی تو دم ز تو حید چون نابلدی رو خدا را
 جائے کہ بعینہ اعتراف است خیل عسرفاؤنہ بیارا
 آنجا چہ مجال نطق باشد ہر یادہ سر لے ترا خارا
 اینجا جسز خامشی نہ زبید نامحرم سیر کبیر یارا

از ہام بلند بہ کہ داری معذور کنس دینار سا را

چوں نمد گوش بر ترانہ ما رو و از یاد ما فسانہ ما
 درو میسبار و از ترانہ ما حذر از گرمی زبانیہ ما
 درو و لہا شنیدہ بسیار اندکے گوش کن ترانہ ما
 بایدت قدر خویشتن و انت پائے بیروں منہ ز خانہ ما
 در سرب آب خضر میر چوئی اے و فاجستہ و زمانہ ما
 گوہرے کرد و کون بیرون است میتوان یافت در خسروانہ ما
 زیر لب ناکشودہ طومار بیت کاش پُرسی زما فسانہ ما
 برق کز طوبہ اشتند وینغ سرور و ز آشیانیہ ما
 قدر حالی ز قوم کس نشناخت عاقبت رفت از میانہ ما

خاکساری از جہانے دیگر بہت ایں زمیں را آسمانے دیگر بہت
 شیخ معبود نہ معبود من بہت سجدہ ام بر آستانے دیگر بہت
 با ہزاراں رنگ باید ساختن یار را بہر حفظ شانے دیگر بہت
 اہل دین معذور و اندم کہ من انچہ گویم از زبانے دیگر بہت
 ہم تغافل ہم تقاضا دل ندیم عشق مرد امتحانے دیگر بہت
 دل کہ بود از چشم سوئے تنگ چوں نظر کردم جہانے دیگر بہت

برنما بدول مدارائے کسے در سرشیں مہمانے دیگر است
 بزود طیب نبل زلفم زیاد این نسیم از بوستانے دیگر است
 منتہائے راہ عشق افتادگی است منزل مارا نشانے دیگر است
 قیس و اتمق مرور از من نیست اندرین رہ کاروانے دیگر است
 من ز درویش حُسن سنی دیدہ ام انچہ دل بردہ است آنے دیگر است
 کار حالی نیست کار احمد است درین عشقت را بیانے دیگر است

یار با تست گرت جذبہ گیلے بہت یوسف خرم و آفتاب کہ ز لہجائے بہت
 سے پسندی کہ ز بزم تو خجل خبر نسیم بہ سخن گرتوان آمدن ایمانے بہت
 گولاست گرا دل بکوش محرابش یوسف بہت گرت تا پناشانے بہت
 گوش چسبج بکام و جہاں بخوایم در دل است ہر گرت تنائے بہت
 چوں من غمزدہ ناکام ہے باید زیت ہر گرت در شباحت غم فداانے بہت
 جائے ہر مرد خود و تو برانی از پیش نتوان یافت کہ در کون مکان بجائے بہت
 رنجش با خوشی و لطف مدارات یکمیت خستہ را کہ چوں کار خیر درائے بہت
 بر خد باش گرا و را بہ سخن مے آری حالی تفتہ دروں را دم گیرے بہت

غش تا جاں بود با جاں ضرور است و گرو جہاں نباشد آن ضرور است

۱۵ این صبح از حضرت احمد جام بہت قدس سرہ کہ مدظلہ غزل خود میفرماید

درین عشقت را بیانے دیگر است مرواں رہ را نشانے دیگر است

ز تکلیف تو دانستم کہ در عشق نباشد انچہ در امکان ضرور است
 چو بیستم خواجہ نافرمان نواز است سرم چسپیدن از فرماں ضرور است
 بطبعم سازگار افتاد و روش مرا پیر بسینہ از درماں ضرور است
 ز عاشق دوست دارد بسینوائی گذشتن از سر و سامان ضرور است
 کشد چوں تیغ بر سر جان لہزائے سپاسے در خور احسان ضرور است
 کند جذبہ دل در کمین است خلاص یوسف از زندان ضرور است
 بفرمائش دہم ستر تا بدانند کہ پاس خاطر یاراں ضرور است
 چو سیرت از جہاں میگفت حالی قبول عشق را حرماں ضرور است

من و از مے دوست سپانہ و یار و لپ کشت نہ ز دوزخ بدلم بیسم و نہ پروا بہشت
 ترسم این حُسن قبولت برد از اندازہ صفا خواجہ وقت کہ از کعبہ روی سوتے کفشت
 پرودہ گرتند از نفس حُسن و نت بینی ہمہ پاکیس نہ نہا و ہمہ پاکیزہ سرشت
 اگر گیر ہمہ عیب است چہ عیب و چہ نہر در پذیر ہمہ زیباست چہ زیبا و چہ نہرشت
 عمر ما از تو بنا کام ہمی باید زیست داکے آنکس کہ ز کف این امید نہرشت
 ترسم از کعبہ بری حسرت و دیدار بخوبیش اسے فرو مانده نہ نظائے سنگ گل و خشت
 ہر ترسم را نہ و حُسن قبول از زانی ورنہ حافظہ نوشت است کہ حالی ننوشت

صید خفاست پریدیم عبت راہ دور بہت و دیدیم عبت
 بود زہر بہشکر آلودہ لذت وصل چشیدیم عبت

جذبہ آمد و بر منزل بُرد
 راه کجیند بُریدیم عبث
 گوش و لب محرمی رازنداشت
 هر چه گفتند و شنیدیم عبث
 بود در طلبِ منهای آب بقا
 منتِ خضر کشیدیم عبث
 دل بجا بست کده پندارست
 جان و کعبه گزیدیم عبث
 جذب دل داشت زماش کوفت
 از پے ناقه دیدیم عبث
 عشق از خویش بُریدن میخواست
 حالی از خلق بُریدیم عبث

مرد مشرک زهر شخ و برهن پرسند
 سر و هم قصه شوق تو چو از من پرسند
 دل بُبایند و با صبر و شکیب آموزند
 جان ستانند و با باعث شیون پرسند
 بگذرانند و سوسه عقل که ارباب طلب
 راه از غول و چاره ز برهن پرسند
 پاره بے خبری نطق مراد کار است
 بیارند و ز من بخت هر فن پرسند
 روئے از فرج بهال که ارباب طلب
 گل بینند و سراغ رو گلشن پرسند
 بنده رانیت مجال سخن آنجا حالی
 در نه افسانه درازست گرا من پرسند

بیا که جان دل از غم گرانده میخوانند
 ز رشک خار چشیم زمانه میخوانند
 ز جور ما که تو در سینه نیست گرد ملا
 بصلح با تو سخن در میان میخوانند
 خوش است آشتی اما پس از شکایتها
 که دوستان گد دوستانه میخوانند
 ادب حرف طلب تبه است کام و ذبا
 و گرنه از تو حرفیاں چنان میخوانند
 به گلشنی که غم طایران آزاداند
 برون ز کون مکان آشیانه میخوانند

شدیم شهر عالم بعشق و بیدار
 هنوز از غم نهان نشانه میخوانند
 تن قناده در آن رنگداز میطلبند
 سر بریده بر آن آستانه میخوانند
 رسیدیم به پایان گوشتها بازست
 نشید حالی جادو ترانه میخوانند

بے سبب رنجی و گونی گل زبانه
 طاقت جور تو در حوصله ما نبود
 سعی اگر نیست بجاذوق طلب و چه کم است
 رهرواں به که ز رفتار شکیب ما نبود
 مرد صبر و هم در ضایک بهنگام دلع
 بازو کس همت مانیز توانا نبود
 لطف طاعت چه بود میت گذوق نظر
 نه پرستم صنمے را که خود آرا نبود
 می در در شک عدو پرده طاقت نه
 غم عشق تو چنین حوصله فرسان بود
 مجلس عطا مست که دما غم و گلاں
 کم نشینیم به زبے که مدارا نبود
 هم و غیره یا اگر جنبالم گذری
 جز تو در سینه ام از تنگی دل طابود
 قدراستان من بر دوزخ که من
 بازگردم در دوزخ کس اگر دانا بود
 فتنه حشر پاکشده حالی بجا
 کایں هم از شجدهاں قدر عانا بود

برق پنج انگشت و بر سو گرانند
 فریاد که این پروگیاں پره ورنند
 از لطف رخ آشوب دل بوالهوسا
 دزدان و دافتنه صاحب نظرانند
 جاں دار و سوسه عشاق بکام اغیا
 عمر ابد ما و نصیب دگرانند
 صد حرف غلط گفته بخاطر نشانند
 صد تیر خطا کرده ز دل در گزراوند
 سازند و بسوزند و گر آیند و ربانند
 ز نهان این قوم که فرستند گرانند

انچشم جہاں میں چڑیاں اہل نظر را
ہر سوے کہ بنیند بسوے نگر اند
آشفگی نغمہ مستان زہوش است
معدور توان اشت کہ آشفہ سر اند
حد نظر آنست کہ رویش نتوان دید
پیدا است کہ ایں مریاں بے بصر اند
امید کہ از ساز خبر داشتہ باشند
دیوانہ و لالے کہ ز خود بے خبر اند
حالی تیر ہر حرف و صد حکمت نہفت
سجند دیں بزم اگر نکتہ و نہشت

عالم ہمہ در بند تمنائے تو باشد
گر صوفی و گرزند کہ شیدائے تو باشد
آتش دل منم خرم و دل کن صد
برقے ست کہ دگر گریں شملائے تو باشد
آں سادہ کہ در عہد تو خرسند بہ پہنچ است
دل باخستہ لطف مدارائے تو باشد
خرسند نے ساری نغمین پسندی
نا کام کے کیش مرسوائے تو باشد
نوسید مکن و نہ محال است کہ کس را
یارائے غم حوصلہ فرمائے تو باشد
یارائے صوابت کہ غم لائے جہاں را
لے رائے جہاں دگر یارائے تو باشد
تاب تپ صد شعلہ و مینابی صابرق
ریزند و آں دل کہ تمنائے تو باشد
بر مگرم دل کہ علاج دل ہمیدار
شرط است کہ از لعل دل آں لے تو باشد
آنکس کہ بلز و تنش از مرود دیدار
دائم کہ مگر و تماشا کے تو باشد
باحالی بیچارہ توان ساخت کہ کین
مہم بنید و ہم عاشق شیدائے تو باشد

ہر دم از عشق خدنگے بہ نشان مے آید
اندک اندک دلم از غصہ بجای مے آید
جاں گدازند بلطف بغضب شاو کنند
ہر چہ خواہید ازین عشوہ گراں مے آید

بعد ازین راز بصد پردہ نہاں نتوان شست
عشق مے آید و باطل و نشان مے آید
در بہاراں بہ تماشا کے گل از با نرو می
تالفس رہست کنی فصل خزاں مے آید
سوے سن آمدہ مشتاق و نظر زنگش
مے تراود کہ بسوے نگراں مے آید
دوش چہیزے ز سخن بائے محبت نگشت
بجز آن حرف کہ از دل بزباں مے آید
عجب از خود کم و سوے فلک مے بنیم
چوں خندگ تو بسویم ز کماں مے آید
چوں نہ محرم اسرار بہاں و دل راست
برزباں ہر چہ اسرار نہاں مے آید
یار چوں نیست موافق چہ دواع و چہ صال
مے رود ناخوش و ناخوشتر اناں مے آید
حالی زار گزشتہ کہ وفا دار کے است
ز وینہ کہ ز دوست تو بجاں مے آید

شوقے بدوست را ہنما د اشتہم چہ شد
دروے بہ از ہزار واد اشتہم چہ شد
عمریت دل بہ بند پیام وصال نیست
چشمے بہ رگزار صبا د اشتہم چہ شد
دردست جام بادہ و در دل ہوائے دوست
دقتے چو اہل دل بصفا د اشتہم چہ شد
اقتادہ زیر سایہ دیوار حسرتہم
بر فرق خویش ظل ہما د اشتہم چہ شد
سود و زیان خویش نہ بروے مراز جا
پنہاں بہ او معاملہ ما د اشتہم چہ شد
یاد و مکنوں نہانہ کہ پیاں چہ بودہ است
در سینہ خار و فاد اشتہم چہ شد
کارم ز سخی خصم بجائے نہ مے رسد
در ظرف خویش آب بقاد اشتہم چہ شد
اگر گی بہ برد ہوا کے وطن زیاد
نیز پیش روے خود بقاد اشتہم چہ شد

حالی خوش آنکہ بود مگر کیسہ بروفا

دو تے بدل ز جو و جفا د اشتہم چہ شد

لب بہرہ ز رازِ ما ندارد خود ز غمِ سزا ندارد
ہر جہان سے مست معبدِ بہت یک قبلہ نما ندارد
بزنا کہ مادلش نہ سوزد آنکس کہ گدازِ ما ندارد
آں گوش کہ پُر حرفِ صفت گنجائی رازِ ما ندارد
کارم بہ کے فتادہ کرتاز پروائے نیازِ ما ندارد
گرہ دو جہاں نہ راہم آند اندازہ آرزِ ما ندارد
حالی گلہ جھلے دوران صوٹے ست کہ سازِ ما ندارد

دلے خواہم کہ چوں پڑانہ سوزد فتنہ در آتش و مردانہ سوزد
زید آوارہ و میسر و بنا کام دل از شکم بر آں یوانہ سوزد
تہہ کردست جو رہِ آشنا ہم بحالِ من دل بیگانہ سوزد
بچخ خانہ شمعے مے فزیم کہ چوں در گیرِ داقل خانہ سوزد
دلے راکش بد فرخ سوخت توں فروغے از رخ جانانہ سوزد
فروغ از من کہ جسز من بگید من آن شمع کہ دور ویرانہ سوزد
گراں من بشنوی و داد حالی چہیت خواب زیں افسانہ سوزد

غزل ناتمام

دو گلستانِ بلبل و در آنچن پروانہ ام من بہر جامِ جو نیز نگ مریخ جانانہ ام
محرمیت نیست دل را باہنراںِ قربت یا گرم آشنائی ما و من بیگانہ ام
خضر راہ منزل مقصودِ جہنہ توفیق نیست زاین و آن پرسم نشان او مگر دیوانہ ام

عشق اگر کشیت ملت ما کہنِ خجِ اہدشن منہر ہر گوشہ از دوار و سنجِ خواہدشن
گر عنانِ بادِ مصر اندکِ جذبِ دل است رنگِ یوسف جلدِ بوسے پیرِ مہنِ خواہدشن
عمر باشد تشنہ آب و دمِ مشیرِ ترست تیغِ برکش نہ جاں بیرونِ رتنِ خواہدشن
سید مدگل ہر کجا پائے نگاہیں سے نہی جادہ چوں از حیرانِ آئی چمنِ خواہدشن
شکوہ گر بلب نیاید عاقبت کیس سے شود زخمِ را و رماں نباشد چوں کہنِ خواہدشن
صیدِ تا افگندہ محدودست با نونے خود است ایں جواں روزے شکارِ خوشینِ خواہدشن
زینک شد سنجوایہ خسرو نیز زویم جو گرمی بازارِ شیریں کو کہنِ خواہدشن
در غریبی طبعِ الفت انس گم باہر کے در دلِ گبر و مسلمانم وطنِ خواہدشن
یار و کوچست من خاموشِ جاں بیتاب کہ جذبِ در دل نیست کارِ دوستِ خواہدشن
دوست پر تمکینِ حالی از ادبِ سیاہ و دیر بالا و ہمنشینِ ہم سخنِ خواہدشن

غزل ناتمام

بے نورِ صفا کے دل پہنایاں شدہ ہر پیرا اے شب تو بہ پایاں رس اے مہرِ خشاں شو
گر بانٹے ہمت ہست ہستے بگریباں زن و پیراے ارادت ہست لختے بہ بیاباں شو
تنہائی و بجزوری و انگہ غمِ مجھوری اے شکلِ من بچشاں اے مردِ غمِ آساں شو
شوئے ست کہ نگدازد برکتِ خود کس را اے شیخِ زوین بگرداںے گبرِ سلاں شو
ساقی بہت سوج بخشی گو تو بہ ما بشکن مطربِ بنوا سنجی گو رہنِ ایساں شو
ہم بادہ و مادِ خمِ ہم بوسہ پیایے وہ بے پردہ تر از گل آئے چوں بچے گلِ انداں شو
اے رونقِ تاب از تست خود جلوہ حجاب از از خود بچا پیوند و ز خویش بر آں شو

حالی بہ سخن خواہی رفتن نہ پے غالب دولت نبسط نبود از سعی پشیمان شو

نگرد و از تو ہرگز سیری چشم تماشائی اگر بر دیدہ بنشینم گرد دل فرو آئی
 نگنجد با تو این ہنگامہ مادر شایستگی تو چندین عالمے با خوشی تنہائی
 ترا شایاں بود خوبی کہ ہمہ می محبوبی ترا زیند دل رائی کہ بد خوبی زیبائی
 تو چشم و گوش نکشائی و شد بہر توانائی بگلشن چہ آرائی بہ بلبل نغمہ پیرائی
 نہ در بزم مغان است نہ در کوئی گدگاہ تو اندر بند مستوری چہ دانی فوق پروائی
 سیرہ خدا داری دل سے وفا داری تو ز انسان میری ازہ کہ پند اندوئی
 گو اہ بیگنای مائے خود وارد چہ نہ تو دست خود بخون جالی مسکین نیالائی

تخمیں غزل نعتیہ جناب غالب جو کہ در حیات ایشان نوشته شدہ بود

اعجاز از خواص لسان محمد است عین الحیوۃ گم بہان محمد است
 گر نور و گر ہدے کہ از آن محمد است حق جلوہ گز طرہ بیان محمد است
 آری کلام حق بزبان محمد است
 ای خامہ صفت قلمت معشوق کم نگار لے دل سخن زہدست قدالی میان سنا
 قری زو کہ سر نفس را نگاہدار و عطا حدیث سایہ طوبیٰ فرو گزار
 کایہ نجاسن ز سرور و ان محمد است
 شاہ قتل عاشق و عاشق بجال خد مجنوں پائے یابی لیلے بفرق خود

۱۷ یہ مصرعہ حضرت میر حسن سنہری کی غزل سے لیا گیا ہے جسکا پہلا مصرعہ یہ ہے تو تو لہجہ سی ای سرور تو جان جانی ای جان

مومن بآل احمد و آتش برین جہد ہر کس قسم بدانچہ عزیزست میخورد
 سو گند کردگار بجان محمد است

آنجا کہ از مناقب عترت سخن رود و ز آل و از صحابہ و اہل بیت سخن رود
 و اس کا نیمہ ز خیم رسالت سخن رود و خود ز نقش مہر نبوت سخن رود
 آن نیز نامور نشان محمد است

حکمش بہر و ماہ روان است چو قضا دیدی کہ باز گشتن خورشید بر قضا
 بودہ است بر اشارہ ابروئے مصطفیٰ بنگر و نیمہ گشتن ماہ تمام را
 کال نیمہ جنتی ز بہان محمد است

دانی ز پیش چشم تو بر خیزد و راجاب کز نور شمع پر وہ فانوس است تاب
 باش ظہور روشنی عارض از نقاب آئینہ وار پر تو مہرست ماہ تاب
 شان حق آشکار نشان محمد است

بینی اگر بدیدہ و راک و ارسی گوئی اگر بعلوم اوراک و ارسی
 سنجی اگر بر ترسہ خاک و ارسی دانی اگر بعبسنی لولاک و ارسی
 خود ہر چہ از حق است ازان محمد است

لطف خداست کہ بر سر نہاد دست قہر خداست چون سر کین محکمہ جنت
 و اندکے کہ شدئے ملاصقت مت تیر قضا بہر آئینہ و تیکش حق است
 اما کشادہ آں ز کمان محمد است

ہمت بہر شہر ز حالی گماشتیم گفتیم و از گماشتنیں مانگا شتیم
 چوں کام و لب فراخ و صفش نہا شتیم غالب تنائے خواجہ بہر ز گان شتیم

کاس ذات پاک مرتبہ دان محمد است

رباعیات

توحید

دل دادہ شوق چہ دلی دُچہ نبیؐ
دل از تو تسلی تو ان کرد بہ ہنس
سودازد است ہم غمی ہم سببی
اے خوشتر از آب سرد و تشنہ لبی

ایضاً

یارب کہے کہ شہر سار آمدہ ایم
شایستہ و وزیریم و جویاک بہشت
سرایہ ناکسی بہ بار آمدہ ایم
دریاب کہ پراسید و ارآمدہ ایم

اخلاق

سر بر سر از خاک پایے ہمہ باش
با خلق نیامیختن از خامی شست
دلما مخرانش در رضاے ہمہ باش
ترک ہمہ گیر و آشنائے ہمہ باش

دیگر

سر نہ بدے و خاک پایے ہمہ باش
خواہی شوی آشنائے بیگانہ نما
دل وہ بیکی و دلربائے ہمہ باش
بیگانہ آشنائے ہمہ باش

دیگر

اے آنکہ زحلہ صداقت عوری
کس از دل دشمنان خود و ورمباد
بنشین بر بایا منشیں مجوری
چند آنکہ تو از خاطر یارای دوری

دیگر

اے بیچ بہ بیچ خود نمائی تا چند
چوں سیدانی کہ جز کف خاک نہ
خود بینی و خوشین ستانی تا چند
پس ایں ہمہ دعویٰ خدائی تا چند

دیگر

از شعر و سخن گوشیں جہاں کُبادا
برہر کہ دعاے بد کنم مے گویم
دیں شغلہ بہیدہ کنسہ بادا
یارب کہ گراں مایہ سخنور بادا

دیگر

چندے ہوائے گلزاراں بگشت
برنامہ کام دل شباب آخر شد
لختے در بند روزگار اں بگشت
نشاغتنہ گلے و نو بہاراں بگشت

عزا

عباس علی و کبریاں فیرت ماہ
در نوہ ایں ہر دو جوان بر لب شام
بودند شبیہ احمد و شیراز
گہ و آفتاب بود گہ و اجساد

در شکر یہ مہمان تو از قاضی محمد خلیل صاحب بیلوی کہ در زمانہ قحط

در برتلی گفستہ شد

بر چند ز تیغ قحط خلقے ست قتیل
اما چہ غم از قحط کے راکہ مدام
از بکے فلک بہ خاکیاں گشتہ بخیل
الو این نعم مے سرد از خوان خلیل

در شکر لطف و عنایت سید کرامت علی مرحوم صفی الخلیل

ہنگام و دواع از پٹیا مالہ

حالی نشو و نما ز صبح دل ما لطیف کردم و دل فرمود صفا
گر قدر سافراں بغربت این است صدمه بفرمید و صدمه باز آ

در تاویل جراحت مولانا شبلی مدظلہ

شبلی کہ گزند پاش پڑل کن است ہشت گیش خجستگی مقترن است
چندانکہ بجاہند غم از این اینجا کار استن چین ز پیر استن است

در تاسف بوفات یکے از فرزندان مہاراجہ کشن پرشاد بہادر
ہمارا المہام سکر عالی متخلص بشاد

چرخ از پس دماغ برداش دماغ نہاد او جز بہ سپاہ ایزدی لب نکشاد
الحق کہ بخصہ شاد و خنداں بودن زین گونه نہ دیدیم جز از حضرت شاد

رباعیات در شکر شیرینی مرسلہ مولوی عبد علی خاں والہ
پرو فیض نظام کلج در حیدر آباد

دینم اخلاص دوستاری آئیں من بندہ دوستان اخلاص گزین
شیر نیکے کہ یار شیریں بنشد بروے بتوان نشان جان شیریں

دیگر

والہ کہ بگردی نہ رسید آمد و نہ از غم وطن کرد دل حالی سہ
ہر سرت نیک را توان یافت قد جز سرت والہ مرا والہ کرد

دیگر

برواز دل من صبر دل از پہلوئے من افسون و فدا و کیم اہل دکن
ز نسیان دل و صبر اگر بغارت میرند مشکل کہ رسم ما غریباں بوطن

در شان نواب الدین احمد مرحوم دہلوی متخلص بنیر دفارسی نشان دارو

عمر ست کہ دلی جسد بیجان است و ز قحط رجال سربس ویران است
ما صد شکر کو کب سخنش روشن ز فرغ نیر نشان است

خطاب بحضرت ممتاز مرحوم

اے بیج تو ضحکہ جہاں کرد مرا لطف تو خجل از این آن کرد مرا
حسن ظن تو کہ کردی اند حق من زابنائے زمانہ بدگماں کرد مرا

ایضاً

ممتاز آن آشنائے بیگانہ ما کہ ہر سخن ہم چکے صدق و صفا
ناویدہ بجاں شوق بقائش دایم گردست ہجراں برش سے نما

ایضاً

اے پارسی رنجیتات ذوق انگیز سے نظم تو چون شرمہ الفت خیز
دیرودہ سخن گفتی و رخ نمودی بازار خود و آتشش ما کردی تیز

سلہ قاضی ممتاز حسین صاحب رحمہ اللہ کیل کبیل کبیل ہیبت تھے اور ہیل کنندین فی نظم و شعر کے نامور ہستاد تھے
انہوں نے قدوائی کی راہ سے چند باعیاں میری ہیبت تحریر فرما کر بھیجی تھیں انکے جواب میں تین باعیاں میں بھی لکھی تھیں حالی

قصائد و قطعات وغیرہ

قصیدہ - در مدح جناب غفران باب حاجی الحرمین الشریفین
نواب محمد کلب علیخان مرحوم رئیس مصطفی آباد - رام پور

اس قصیدے کی تصدیق آن وقت لکھی گئی تھی جب کہ شاعرانہ خیالات میں پہلے ہی پہل
انقلاب پیدا ہوا تھا۔ اور مبالغہ سے نفرت ہونے لگی تھی۔ انہیں نون میں پہلا دربار
قیصری منعقد ہونے والا تھا جو شہر میں بمقام دہلی واقع میں آیا۔ جی میں آیا کہ اس
تہنیکے بعد کسی ایسے قصیدے کی بنیاد ڈالی جائے جس میں بقدر امکان مبالغہ سے احتراز
کیا جائے۔ چونکہ حضور نواب صاحب مدوح سے فی الجملہ تعارف تھا۔ اور انہوں نے سرسید
کی امداد میں سب سے پہلے سبقت کی تھی۔ اور دربار میں لٹکے شریک ہو کر قوی امید تھی
اس لیے انہیں کہ اس قصیدے کا مدوح قرار دیا گیا۔ اگرچہ وہ علالت کی وجہ سے شریک
دربار نہ ہو سکے۔ اور قصیدہ ان کی خدمت میں بوجہ درخواست پیش نہ ہو سکا۔

سحر گرہ پر وہ گرفتند چوں از زشت از زیبا
بدل گفتم کہ میں نعمت آمد بر تر از نعم
بگفتا نعمت در قدر از ہم بیش و کم نبود
ز ساقی عین رحمت دان اگر جرعت و کریمینا
وے فرماندو بیدار دل زین صل تشنه است
کہ چوں او نمئے نتوان نشاندا و از پے دنیا
صالح حالے بارے او و استگی دارد
جہاں را چوں چمن میدان اور چوں چمن بستان
رعیت را چنان دارد کہ دارد گل را چوں پاں
غم دہا خور و زانکہ باز گاہ غم کالہ
بروز از فاد و نطلو ماں زمانے بر نیاساید
شب چوں پاساں بیدار باشد بر در دہما

یتیمیاں را پدر و ارشک از رخ فرو شوید
اگر ہیوہ ز نے نالند دست ناخدا تر سے
گدایاں را وہد بخشے کہ دہا را غنی سازد
گنجے بر ہم زندیک شہر بر فراہ نطلو سے
منظالم را براندازد جہاں از فتنہ پروازد
ضعیفان را تو ان بخشد غفلو ماں اماں بخشد
گما رو چوں با صلح مناسبت خود را
فرود شمع دین زانسان کہ ظلمت از جہاں خنڈ
بصحت برگزیند بخیر و ان مصلحت جو را
شریت را در امد و نئی وارد و محی گاہ خود
نہ سازد و محیہ در بیچارگی جز بر نوانامے
نبا شد غرور و سر بخگی بر زہر بازوے
گرامر دیش ہمہ سامان عیش و خرمی بخشند
جہاں را پر کنند از عدل از طغیاں تنی سازد
اگر از جائے خود جنبند زندہ صد فتنہ را بر ہم
اگر لطف آورد۔ آید بکام خلق شیریں تر
و گر خشم آورد با مصلحت نزدیک تر باشد
صلح ہر یکے جوید چہ در پیدا چہ در پنہاں
بصورت ملقت اما نہ بند و جز بمعنی دل

غریباں را چو غمخواراں بر آرد خاراں از پا
بداد و اور سندان پیش کاہد بر لبش آوا
ضعیفان را ہند زورے کہ پیراں را کند برتا
گمے یک جاں ستاند اماں بخشد جہاں را
عدالت را بر فراہ ستم را افگند از پا
بر محتاجاں چنان بخش کہ حاجت را نماند جا
کند صلح آن چند انکہ سازد زشت از زیبا
ہنر را پرورد چہ انکہ گرد و عیب ناپیدا
کہ پشیمان ملک دولت آمد صحبت و انا
کہ چوں باشد عصا و دست ہنر را نہ لغو دیا
کہ اکبر را بخشد لطف و اعلمے را کند بینا
کہ کہ کہ تن بعبس نہ اندر و ہذا پیشہ تنہا
نہ سازد با دلش از تلخے اندیشہ فردا
ہمہ مقصود او این باشد از دنیا و ما فیہا
و گر خاموش بنشیند کند صد عقدہ از ہم و
از آن انفاں جہاں پرورد کہ کوشہ مرودہ را نیا
از آن لطفے کہ شوید گرد کہیں از خاطر اعدا
بود در بند احسانش اگر ناداں و گر دانا
بد دنیا شغل اما نہ باشد فارغ از عجبے

بود تا در دیار خویش سر بر پاشانندش
اگر خواہی جہاندارے چنین بیدار دل بینی
دریں جشن شہنشاہی کہ کوئی شرعیانست
حاجت مکرست **کلب علیخان** آئیم در عهدش
نیایابی ہیچکس کش بارگردن نیست احش
نہ تنها صیبت احش ہند اقتاد و قطاش
گرا لب بند کبشاید و بد برگوش با افسوں
رُخے روشن تر از مهر و سرے بالاتر از گدوں
جہیں انوار اسکن ضمیمہ اسرار مخزن

ق

خوشا وقت سخن سنجے کہ چوں باج پردازد
کہ بود همچو بیتے سادہ ہرگز کارگردل
دو صد اغراق با یک قول صادق نہ آید
بحمد اللہ کہ من مداح آن سرچشمہ فضل
بہر فن پایاش والا بہر علمش بیطلوی
بہر منہر لکش رہے بہر کوش گزگاہے
بجائے کہ ہنرمندان کے را در شمار آند
بو تے کہ جواں مردان عزیزے در حساب آید
بہر زے کہ سخن سنجان حدیثے در میان افتد

و گرفتہ ہلک غیر در چشمان ہندش جا
بیاد خیمہ گاہ دیں پناہ خسرو والا
زمانے چشم دل بجشا و بنگر عین اعیان را
گدا از شاہ و مفلس از تو نگوار دستغنا
چہ دولت مند مستغنی چہ عزلت گیر بے پڑا
کہ شد آوازہ جودش بلند از شرب و بطحا
در از رخ پردہ بردارد نظر بار اکند شیدا
کفے ریزندہ چوں ابرو دے جوشندہ چوں دیا
بروں زریا در دل کشن نہ بہ صورت زہر

نگہ دار و عثمان خامہ را از جادہ طہرا
اگر صد بیت رنگیں دستمائش کہ کند نشا
فَاِنَّ الْحَقَّ يَجْلُو كُلَّ بُهْتَانٍ وَاَوْ كَا يَجْلُو
کہ در فضل و کمالت ہر چہ گویم باشدش زریا
بہر مزے دلش دانابہر صیدے کفش گیر
بہر جایش علم برپا بہر ریش قدم پویا
ہنرمند کہ صنایع غیر فی الدین و الدنیا
کرم گوید کہ مکاری دد لہ منجی و کافا
سخن بر خوشن بلکہ ما از شاہ و شاہ از ما

سخن را بر تری دادہ عبارت را تری آؤ
معانی با نزاکت چوں ادا با حسن ہم چو
رباعی شیوہ دارو کہ نتوان دید در جادو
رباعی شبنوی از برق خاطر زنگار نئی
جزالت با قصائد تواناں چوں اوج پاکبلا
عروج پایگاہ **مصطفی** آباد را نامزم

ق

تو اے کہ وصف شیراز و صفای قصبہ را ندی
نہ پندارم کہ نسیاں دیدہ باشی در جہاں شہر
بہر دکان متبع علم و حکمت چیدہ تو بر تو
ہم از اہل صناعت کا ملائش چار سو بینی
فیقہاں اجتہاد آثار و دانا یاں فلاطوں
گروہے از سخن سنجان کہ باشند از ہم ہر یک
بہر سیتی بے از بحر گلارین نکیسادم
خوشا شہرے و فرخ شہر یار نام بردارش

ق

تو اے کہ سیر بنگاہ سرائین ہندے آئی
اگر قلم دیدہ از ملک و دولت بہر و رجبے

او را دلبری دادہ زہے نشی زہے انشا
مہانی با عذوبت چوں صفایا دوستی ہمیا
غزل کیفیتے دارو کہ نتوان یافت در صہبا
غزل مہنی زنی بر سنگ جام بادہ حمرا
شکر فی باقوانی ہمتاں چوں موج باوریا
کہ دارو ایں جنیں فرمانرواے مملکت پیرا

یہ **مصطفی** آباد رفتہ چشم دل کبشا
ہنر اسقط الراحے دیں را لہجا و ماوے
بہر زم اندرون روشن چرخ ملت بیضا
ہم از ارباب علم و فضل یابی فوج بوجا
حکماں شہرہ در علم و طبسیان عمل تحیا
سخن را زندگانی بخش معنی را حیات افزا
کہ بود شاں چو بونصرے دیں ہمسفر ہمتا
نگہ دار خدا ایں ہر دور از ناخوش دنیا

چہ آمد دی بگوار جنس سنی اوصاف مارا
وے کم دیدہ باشی علم و دولت را ہم بچا

۱۱

کشاد مستند بروئے هوا صد طبلہ عطاران
مشائے کو کہ دریا بشیم غم غیر سارا
بگلشن جلوہ ہر نو نما لے دیدنی دارد
وے در خاطر بلبل گنج جگر گل رعنا
کے کو باشتد از پیرایہ علم و ہنر عاری
بچشم اہل دل ہیچ است اگر حبشہ اگر دارا

ق

الا اے آنکہ از حدش مرطوب اللسان یی
نہ پنداری کہ فرمال و جا ہم بروہ است از جا
نزد اور استایش گریہ تنہا سیم و نہ بود
نیک کو نہ صد تیاں رم از صفرا و از بیضا
وے باقر صورت حسن سنی جمع چون ہم
نیارستم زبان بستن ز فکر و ہب یکتا
کہ در سلامیاں از جنس ایشان ہترے آورد
بمال از علم لذت کش بولم از مال بے پروا
نویداہل جہان آباد را کاین روزاں روست
کہ ناز و ہر قدر این بقعہ بنفوذ باشدش زیبا
وروستہ حضرت نواب در دہلی بدار ماند
کہ آب رفته سوئے آبدان یا ز آید از دریا
مرالیں نغمہ بر لب بود کاوانے بگوش آمد
کہ پرتش ساغر امرو از ناکامی نرسد
توقہ داشتیم از مقدم نواب دیں پرور
وے ناساز گاری ہائے بخت و از گون شگفتا
برو حالی تحمل پیشہ کن در ہر خوش و ناخوش
کہ سرے بہت پنہان رعنی کن چو گھوشت
ہلال عید را گر بیسنی و گر منتظر باشی
فروغ افروز آس در شہم و خرم دارو این دل را
خداوند باحق آنکہ از اعجاز انفاکش
بدست پاک او شست حصار کردہ گویا

۱۵ یہ شاہ ہے حضرت عمرؓ کے قول کی طرف کیا بصرہ آئے غیری یعنی اسے سوار ہے چاندی
میرے سوا کسی کو نہ ہو گا دینا ۱۲ اسے شاہ ہے اس زمانہ کی طرف جبکہ نواب ممدوح کے والد ماجد نواب
روف علیخان ممدوح دہلی میں بہ حالت طالب علمی ہم تھے۔ اور نواب ممدوح صغیر سن میں ان کے ساتھ ہمیں رہتے تھے ۱۳

پیش این ہترے کتر نواز فیض گستر را
نصیبے کامل از دنیا و از دیں ہرے آؤنے
مدہ اندوہ و غم را در دیون خاطرش رہے
کہ باجمیعش دہستہ شد جمیعت دہما
وگر یاری و ہر گنجت وقت آن ازود ہم
کہ یکہ بروشش خود را ز غم چوں تشنہ بزیار
تکلف نیست در ہر چہ از دعا و از ثنا گفتہ
تو دانی حال مایا عالمایا بالجہر الا خفا

قطعہ بر فات آنریل نواب محمد علیخان ممدوح متخلص بہ رشکی خاں کبر
حضرت ابو محمد مصطفیٰ خاں حمزہ رئیس بہانگیر آباد ضلع بلند شہر

دینغ از حلت نواب رشکی
کہ بود اہمید گاہ عالی زار
بصورت گرچہ بود از دیدگان دور
نبود از دل نہاں یک لحظہ زہار
بیاد صحبت دیرینہ او
بڈے روشن تر از روزم شب تا
نمرگ خواجہ گم کریم صد حیف
متلع کا سد خود رخسار
دینغ آن شاد باش و شادمانی
دینغ آن کس مرخاں کس میاں آ
دینغ آن عید وصل گاہ گاہی
کہ مے آمد پس از یک سال یک بار
دینغ آن یاد صحبت مائے پیشیں
کہ مے شد تازہ از انشا و اشعار
دینغ آن یاد کار عہد اسلاف
کہ یاد از وضع شاں وائے بکودا
قدیمیاں را نہ راندے از درخوش
وگر بود مجسم یا خطا کار
بہر خوشی تن گرفت گاہے
بجرمے خشم برخیل پرستار
مقرر داشت چوں رزق مقدر
بہر کس ہر چہ بے بخشیدہ اور
چناں کاہنہ در رفتی نہ بتد
بجرمے یا خطائے برگنگار

زحالی گرچه کنتس بود در عمر و لے بر بست زینجا پیش از نو بار
مگر از ماصبوری چشم میداشت که نختے پیش از مار اندر هموار
بلے چون جنگ نتوان باقتضاکرد بمرکش صبر باید کرد ناچار
و لے از دل نه گرد و یاد او محو بود تا جان محسوس در تن نذر

قطعه تاریخ وفات قبل از وقت سید محمود علی مرحوم خلف سید
بیر علی نبیسیه مهین برادر جناب سید احمد خاں بہادر رحمۃ اللہ
کہ از طلبہ رشید کامیاب محمدن کلج علی گدھ بود

نبہ از آب و شمع جمع محسود علی آئکہ در باغ شبابش بود آغاز بہا
آئکہ انوار نجابت نمود خشیہ از رخ آئکہ آثار شادش از جبین بود اشکا
آئکہ در کتب علوم آخرین پایاں بزرگہ گرچہ آئکہ در شاہس از لیل نہا
در تہار و سیصد و نکر دنیا را دواع پیش از ان کہ ز بلوغ دنیا بچ چہید برگہا
پیش از ان کہ ز نخل سعی خویش افشاں شد پیش از ان کہ ز پائے و پیما بر آرد نوکشا
پیش از ان کہ ز ثمرہ تعلیم گشت بہر و گل دماند سر پستان را براہ انتظار
پیش از ان کہ ز عمر و از دولت نصیب یافت ہم نیار یا را گرد ہم پند غمگسار
آئکہ بوس چشم پایاں را فروغ از دیدن آئکہ گشتے از فراتش خاطر پایاں فگار
حیف کہ یاں فراق جاودانی برگزید ناگرفتہ در جہاں چہ قطرہ شبنم قرار
یادب اورا کہ جہاں شد بادل پُر آنزو جائے صدیقان بذات لطف و در القدر

قطعه بوفات وزیر الدولہ خلیفہ سید محمد خاں مرحوم وزیر ریاست پٹیالہ

آہ از مرگ متفاجات وزیر الدولہ کہ فروفت بکیرت خبرش ہر کہ شنید
بزتابد بگرایں دایمہ دنیا را کامد از پردہ تقدیر بنا گاہ پدید
فلح از ماتم فرزند جوان ناگشتہ رخت زری منزل فرزند جوان بکشید
خلق را بہ نشدہ زخم و تیر شکر کز فلک بر اثر این ناوک لہد رسید
شہر پٹیالہ نہ تنہا بہ غمش نوحہ سرت کہ بہ ہزار جہ زین نالہ بلند است نشید
اے بسا چشم کزین اقعہ خوانا باشند اے بسا دست کزین غصہ گریباں بڈ
صبر بر مرگ غریبے نتوان کرد آس کہ بود فرود راقران و در مثال وحید
آئکہ ترستی او در کم و بڈل و نحا رسم اجلا در سر کردہ بعالم تجسید
آئکہ ہر گاہ لب از لطف کشاکش سخن گفتی از خلد نسیم سحری باز فزید
منتش شاہل فرقتہ چہ بگاہہ چویش لطف او عام بہر کس چہ قرینہ پچید
زخم شکل کہ بہ تدبیر شود چارہ پذیر کہ ازین اقعہ بر دولت پٹیالہ رسید
ہم عمرش بیکو خواہی دولت بگذشت تا تو نیست در صلاح مفاسد کوشید
گر بکاوند ہمہ مملکت خالصہ را ایں چنین صاحب تدبیر خرد نتوان
مگر از وودہ او کس بہ تلافی خیزد کش بود کس پے قفل و بستہ کلید
در علیگڈ کہ نہ بنا یافتہ دار العلے از مددگار نمی یاریش بے اشت امید
یاورے کم شدہ از دست عزیزان بہت کہ زد و طیل پیش بے نتوان باز خرید
ذکر او ماند جاوید دیرین و اعلاوم کرش نکو خواستہ تا بہر و نکو اندیشید

مردنش گرچه ہنگام نبودست اما عاقبت روزے از این جرعه بیاپشت
مردو با خوشن از خلق بخیر خبر بُرد این چنین مرگ نکوتر ز حیات جاوید

قطعہ رنوحہ وفات جناب مشیر الدولہ خلیفہ سید محمد حسین خاں مرحوم برادر خرد وزیر الدولہ مغفور

آہ از مرگ مشیر الدولہ آہ آں عباد قوم و رکن خاندان
در سگاہ قوم را پشت و پناہ دو دمان چھول را حسرت زار ماں
آن بصورت انس و در سیرت ملک آں بد اش پیر و در بہت جوان
آں بہ تدبیر و حسن و در بوند چہر آں بہ خرم و رائے سولون ماں
آں بشورے یک مشیر خجستہ کار آں بہ دیوان یک دبیر کار داں
در سیاست از مفساد بکنار در دیانت از تعصب بر کراں
آنچہ ملت گویدہ است از حلتش باغ خرم سے نہ بیند از خزاں
آنچہ دولت را رسید از منتش کم رسد گلزار از مسرگاں
عمر ما باید کہ خیر نہ مثل او بخردے از سرین ہیکلیاں
وہر کراچی چوں فراتش دست دُر بود گوی آں سراق جاوداں
ناگرفتہ از سر سیر سندا آہ کوہ حلت کوفت زیں باغ جاناں
منتظر بودیم ازو پیغام را کا مدہ پیغام مرگش ناگماں
جز نکوئی در خصال او ندید ہیچکس ہم در عیاں ہم نہاں
در صفا آئینہ سرش چوں فلکن از بیا پاکش نہاں ہمچوں عیاں

آہ از ان منہ دوم خادم پرورے مہرباں تر از پدر بر خاں داں
آہ آہ آں خواجہ مہماں نواز از کرم منت پذیر از میہماں
آہ از ان در شادی غم پائدار آہ از ان ز ناخوش خوش شاد ماں
قصہ کوتہ بود یک فرد غنید کا مدہ از وصف او قاصر زباں
از خرد پر سیدش سال حیل گفت سال حلتش منفور داں

قطعہ

تو اے کہ رونق پیشینیاں بہم شکست ز نظم و شعر تو کا نذر ماں گفستی
چہ نمونہ کہ بہ قانون و فن سنجیدی چہ بندہ تاکہ باند از دلربا گفستی
رسید نشہ عرفاں چو ذکر مے راندی شکفت خاطر یاراں گرا ز صبا گفستی
دویدریشہ بدلہا چو حرف مہرزدی دید نخل تنہا چو از وفا گفستی
گھر بہ زم فشانندی اگر شنا خواندی اثر ز لفظ و ماندی اگر دعا گفستی
نہ از عقدہ سر بستہ باز بکشودی نہ از بخت پو شیدہ بر ملا گفستی
ز سر تفرد و جمع قصہ را راندی ز سیر نفس و اتفاق راز ما گفستی
برآمد از دل بیگماں ترانہ ذوق بہ محفل کہ سخن باے آشنا گفستی
لطیفہ تاکہ بہ لفظ و بیاں نے گنجید تو چوں فرشتہ ز غیب آمدی و گفستی
بجی لطف کلامت کہ بہت بزل ما کہ پایہ سخن افراشتند تا گفستی

۱۔ جس موقع پر یہ قطعہ لکھا گیا تھا اس کے متعلق مفصل بحث یادگار غالب میں مبع کردی گئی ہے۔ اس
قطعہ میں مرزا غالب مرحوم کی طرف خطاب کیا گیا ہے۔ اور جو مضامین اس قطعہ میں مبع کیے گئے ہیں انکا
اصل فیروز یادگار غالب کے دیکھے اچھی طرح ذہن نشین نہیں ہو سکتا ۱۱

تو اے کہ ہر سخن نفس تو بدل جا کر د
جزاں کہ در حق حالی بر مژگن گشتی
ہر پنجہ گفشتہ اندر جواب عرض نیاز
خطاب بود کہ بجایم اگر خطا گفستی
دے بے پردہ از حرف چند با خویشم
کہ گزشتہ ام آخر تو از کجا گفستی
عجب کہ قاعدہ دان نیاز مندی را
سفید و معجب و خود بین خود نما گفستی
عجب کہ پاشنی اندوز خاکساری را
رہین ذوق نوا سنجی آنگا گفستی
عجب کہ منفصلے راز نقد ناسرہ اش
بہ نرق در گرد و غرض کیا گفستی
نہ راہ حرف بسویت نہ جائے من بلیت
جواب چیت اگر پرسم از کجا گفستی
اگر نہ روئے سخن با تو بودے گفتم
چگونہ گفستی و چون گفستی و چرا گفستی
و یک شرط ادب نیست بر تو خورہ گرفت
ہر پنجہ در حق من گفستہ بجا گفستی

قطعہ دیگر

تو اے کہ عذر فرستادہ بسوی ہی
منزکہ جان گرامی بران نشان کنم
شکایتی کہ تو ان گفت عین اخلاص
گرم تو دوست شماری نہ بار کنم
نماند قاعدہ شکریہ یا بجاں
اساس دوستی از شکوہ استوار کنم
چو شکوہ جز بہ تقاضائے دوستی نہ بود
ز غیر شکوہ شکایت دوستدار کنم
سرشت پاک دل صاف اودہ اندر
بحرف تلخ دے خالی از غبار کنم
خوش آنکہ ساز کنم از تو شکوہ بجا
تو اعتذار کنی و من افتخار کنم
خوش آنکہ عذر تو چون در کنند از من
و گر پیش تو تہید اعتذار کنم
بران رسم کہ اگر مرگ مان بزمی پ
نکار مانے چنان خاصیت کار کنم
ز کردہ توبہ نہایم ز گفشتہ استغفار
و گر سپاس تو پنهان آشکار کنم

ترجیع بند

مرثیہ نواب مختار الملک سر سالار جنگ میر تراب علی خاں
مرحوم مدار المہام سکر عالی نظام کہ از طرف کمیٹی تعلیمی رستہ العلوم
علی گڑھ اشاعت یافتہ

دشت ہر کس نہ بان حت مختار الملک کا مدار ز خبر حلت مختار الملک
تا چہ افتاد پس از نہضت مختار الملک بر سر شمت و جمعیت مختار الملک
اے اجل گرتن بجاں تہ خاکش سپری
نتوانی کہ نیکو نامیش از یاد بری

لشکر از ماتم او چاک گریباں شدہ است کشور از مردن او یکسرہ پڑماں شدہ است
اے بسا چشم کزین عادتہ گریباں شدہ است حیدر آباد تو گوئی ہمہ بے جاں شدہ است
اے اجل گرتن بجاں تہ خاکش سپری
نتوانی کہ نیکو نامیش از یاد بری

منفعت است ازو بر سر سکر کار نظام کہ بشکرش نتوان کرد مژہ سال قیام
ہم ازو یافتہ عدلیت و مالیت توام ہم بدو شکوہ ضعیفہ پذیرفت نظام
اے اجل گرتن بجاں تہ خاکش سپری
نتوانی کہ نیکو نامیش از یاد بری

آہ کایں مرد نہ درو نیست کہ در مان داد ملک ازین دھیمیہ لڑنہ در کمال دار
قوم ازین وقسم انگشت بدندان دار تا فلک در پس این پردہ چہ پنهان دار

اے اجل گرتن بیجاں تہ خاکش پیری

نتوانی کہ نکونامیش از یاد بری

چشم اسلام ازین غصہ بخون تر گردید ^{لمت} از حالت پیشینہ زبوں تر گردید
علم دین کہ بگوں بود بگوں تر گردید ^{قیمت} خواجہ پس از مرگ فزون تر گردید

اے اجل گرتن بیجاں تہ خاکش پیری

نتوانی کہ نکونامیش از یاد بری

دوست تا دشمن او زو طبع یاری داشت ^{ملک} از نیروی تدبیرش ستواری داشت
دولت عہد از پیشم وفاداری داشت ^{گردن} قوم ز احسانش گرانباری داشت

اے اجل گرتن بیجاں تہ خاکش پیری

نتوانی کہ نکونامیش از یاد بری

آہ ازل بدل سماحت کہ نیایش بہال ^{آہ} ازل عقل کفایت کہ بنیش شمال
پس از ہند چین مردنہ خیز و صد سال ^{خاصہ} از قوم کہ افتاد و رال قحط رجال

اے اجل گرتن بیجاں تہ خاکش پیری

نتوانی کہ نکونامیش از یاد بری

در علی گڑھ کہ نہادند عزیزان بسیار ^{در سگاہ} کہ ز طوبیٰ شورش باد زیاد
تا گیتی بود این قصر بہایوں آباد ^{خلق} در یاد جوان مردی او خواہد داد

اے اجل گرتن بیجاں تہ خاکش پیری

نتوانی کہ نکونامیش از یاد بری

کیست در ہند کزین غم لب حسرت نگرید ^{کیست} از قوم کزین غصہ گریان دید

تا بہ جائیکہ چو این نالہ جانگاہ شنید ^{حالی} گوشہ نشین ہم ز جگر آہ کشید

اے اجل گرتن بیجاں تہ خاکش پیری

نتوانی کہ نکونامیش از یاد بری

قصیدہ در تہنیت عید الفطر بجناب اب اسرمان جاہ بہادر مرحوم

صاحبان فز و شب بکام تو باد ^{صبح} نوروز و عید شام تو باد

عید سال ہزار و سیصد و شش ^{بر} تو فخر خندہ و بکام تو باد

شاہ نامیدہ آسمان جاہست ^{آسمان} مفتخر ز نام تو باد

شاہ کرت ملک را سپردہ عنال ^{نظم} اوست اسم از قیام تو باد

شاہ از رائے شست فارغ بال ^{خلق} خرسند از نظام تو باد

آرزو باست زندہ از کرمست ^{فیتنہ} ہامرودہ از حسام تو باد

گنج معمور و ملک آبادان ^{از بقائے} شہ و دوام تو باد

قصر والا اساس ملک نظام ^{محکم} از پشتی نظام تو باد

ہر کہ در چار سوئے ملک نظام ^{خیرہ} و سرکش است رام تو باد

شرساری عقوبتہ است عظیم ^{عفو} از رسم انتقام تو باد

در سیاست گروہ برابر ویت ^{خوشنما} ہمو لطف عام تو باد

برق تیغ تو خشک و تر سوزست ^{یارب} آن برق در نیام تو باد

عدل ز انسانکہ وجہ ہمت شست ^{ہمہ} در ضبط اہتمام تو باد

در قضایاے صعب ملت دین ^{شرع} خیر الوزے امام تو باد

در امور عظام دولت و ملک
مقتصد خلق طوف در گشت
ساز و برگ و عمارت مظلومان
برزبان خلق راستنیش تفت
اے مدار المہام ملک و کن
تا بنوشند بادہ اندر جام
تا فشانند دانہ در تہ دام
ہر شیشے کہ ناگوار آید
ہر نیسے کہ از جن خمینو
در جہاں ہر کہ بہت چون حالی

بخداوند مقتصام تو باد
پریش حال شاں مراد تو باد
مایہ عیش مستدام تو باد
در دل خلق احترام تو باد
فتح و ہما خود از ہما تو باد
بادہ خوشن ملی بجام تو باد
دل عالم اسیر دام تو باد
دور پیوستہ از مشام تو باد
طرب انگیز در خیام تو باد
طالب کام و ناز و نام تو باد

قصیدہ تہنیت عید اضحیٰ بجناب سرب آسمان جاہلہ المہام کا علی نظم

عید اضحیٰ کہ قسریں باد و روش ظفر
نائب التلطف نواب بشیر الدولہ
آئینہ برپا نہ از نظم و سیاست حسنہ
آئینہ از لطف و کرم کردہ رواں شہر و
آں سپہر شرف و مجد کہ در جاہ و جلال
آں سیر اوج کرامت کہ زوالا گہری

باد بر خجاست عید رمضان شریف تر
عمدہ الملک فلک جاہ امیر کبر
کز پئے ملک سپر بودہ زہر تہنہ و شرف
کہ خرم خاد الم برد ہر وں از کشور
پایہ اش بر ترازان است کہ گنج بیکر
بے نیاز آمدہ از مدح چو ماہ از زیور

ق

صاحباً غایت قوم است کہ در مدح و ثنا
اُن کیے جسز بہ ریخت نہ کشاید لب با
و اں دگر پیشتر از مدح ستاید خود را
جسمہ از شکوہ گردوں سخن آغاز کنند
قوے از مدح گراہیں نہ تشبیب غزل
بعد ازین طائفہ باشند کہ در وقت مدح
گر قصیدست و گرتنیت این ست شعا
منکہ جسز خواہد کہم آلودہ ام اندر ہمہ
لاجرم خامہ دیں مرحلہ پربالہ دست
تہنیت خود سخن پیش نباشد کہ دو
و ربخ محمدت خواہد نہ راند حرفی
و بعض ہنس رخسار دکان بکشايد
و رب تشبیب و غزل روئے سخن آید
و رہند بر طلب جائزہ بنیاد کلام
آئینہ از مادہ تہنیت تو ادرار خورد
دل رضا چوں دہش کز تو عوض درویشم
خامہ زینجاست کہ از غایت حیرت و گی
پس ہماں بہ کہ کند خستم سخن را بدعا
تا کنند اہل سخن مدح ملوک و وزرا

ہر یک سازند نغمہ بہ آہنگ و گ
تا بداند کہ جسز مدح نہ دارد و سر
تا فریب دل ممدوح بہ اظہار ہنس
کہ شکایت بود از شکر بدل گتیرا تر
کز نمک چارہ نباشد چو بخوردند شکر
و مہدم حسن طلب جلوہ دہند از ہر
مختہ ستجاں را در مدح سخنریاں کجیر
دہن خویش بداجی مدح و گ
مے نہ داند کہ چساں طے کند این آہنگ
چوں بگویند مکرر نبود هیچ اثر
بتملق کندش دہر ہر شہر ستر
این خرافت نبود طبع زباں را در خود
یست این زمرہ ناجز بہ جوانی آید
کردہ باشد مگر از شرم و حیا قطع نظر
و آئینہ از نعمت تو بہر و برو شام و سحر
بر سپاس کہ از ان ہیچ پیش نیست نفر
اندریں مرحلہ نشناختہ پارا از سر
کہ دم عجز پناہ بہ دعا و حجت گر
تا ملوک و وزرا مدح فضل اند و ہنر

شکر یہ سٹروٹن اف مکریم پٹ از طرف عزیز می انشا اللہ خام و دلی

فرزانه میسر داد گروٹن	کز داد و کرم زمانه بنواخت
دستش بگرفت زود برداشت	آنرا که فلک ز پابر انداخت
بنواخت بوقت در پایہ کو	آن را که زمانه قدر نشناخت
اصلاح اداره نمک کرد	ز انسان که ز هر خلل بی پرواخت
آوازه فگند دارو گیرش	ز آن گونه که دزد زهره در باخت
ناخواسته کام ماروا کرد	نا ساخت کار مانے ماسخت
از فیض نیاز مندی اوست	انشا که ز ناز سر بر افراخت

قطعه بر سب و دیوان منشی اقبال حسین صاحب تحلیص عشق

جوان مرد آژاده عاشق که نیست	در سران خود کس مر اورا قریں
نه صیاد و همواره از حسن خلق	پے صید ازادگان در کمین
نه تیار و پیوسته زافسون نطق	کش ز آشیای بازو شیل از عریں
ہے بار و از جہمہ اش انبساط	اگر مہربان است و گر خشمگین
نه بینش گے سر کہ برابر وں	نه یا بیش افتاده چیں بر جبین
دو سال است کافسون مہر و فاش	رہودست صبرم ز جان خریں
وے دیر پیوند نا آشنا	کہ بود دست نایغ ز مهر و زکیں
ندانم کہ عاشق چه افسون مید	کہ در باخت خود را بمرش چنیں

باد اوصاف تواضع و ثنا ستغنی
باد در سایہ محبوب علیخان امین
گرچه باشند به موج تو غریبان مضطر
دولت آصفی از هر حدت فرتنه و شتر

قطعه سپاس لطف و کرم جناب کرنل بالرائے قتیقہ عثمان اداره

تعلیم پنجاب دوست ایشان بود

اولاً شکرت آنکه فرمودی	حاجت بنده بے دریغ روا
ثانیاً عند آنکه چندین بار	آمد از پے صدراع شعا
آن شنیدی که گفت افلاطون	ربیع برود آنکه در نکو یها
ربیع او عاقبت به پایاں رفت	لیک نیکی ہمیشہ ماند بجا
راست گویم گزاردن نتوان	حق لطفی که کرده بر ما
مے کنم ختم بر دعا گفتار	کہ نیاید زبندہ غیر دعا

ترتیب ماه های جلالی در نظم

آذر و دے بہمن سفندار فرودیں بہشت	باز خور و دوست و شیرست امر دایم و احوال
باز شہر یور پس مہرست و آبان بوز	ہر یک از ماہ جلالی پیش تو کردم بیان

فرد

چند خوان فتمے چوں سیر شد دل از جہاں
داوند آب زندگی اما پس از نزع روباں

برشته سپہات دادم ز دست سخن را سماں بود وقت از زمیں
کنوں رانم از طبع دیوان سخن که شد جلوه فہم بنوع گزین
دریں روز ماکز مرقب زماں سخن شد مہمان و سخنور ہمیں
عروس سخن سے نیز زود بر جو حسن اگر بود غیرت حور عین
صد آباد بر عاشق و ستم او کہ دو دور ناسازگار سے چین
زمینی بہ بیگانہ و آشنا نشان دست گنجینہ از آستین

قصیدہ در شان جناب تظاہر مجببی امیر حبیب اللہ خاں والی
دولت خداداد افغانستان خلد اللہ ملکہ و قتیقہ برائے ملاحظہ
مدرسہ اعلوم در علیگڑھ نزول جلال فرمودہ بودند ایں قصیدہ در خوا
ایشان خواندہ شد بود

مے رسد گر فرق عزت بگذرد از فترت مینزبانے را کہ شایہ چوں تو باشد میہماں
گر بہ قص آید در دیوار کالج دور نیست زین طرب کا مدبہ دیدارش امیر کامراں
دولت بیدار نیست ماکہ شد مہمان ما چون تو مہمان عزیز قصیدہ پندستان
زندہ کاش امر فرمودے بانی این مہنگاہ تا بدیدے پایہ اش بالاتر از وہم گماں
تا ہمہ سید کا ندول خود بستہ بود از قدم شدہ بچشم خوشترین یہ عیاں
اے سراج ملت دیں اے امیر این امیر اسے چو باب نامدار خویش شایہ کار و با
سنگ کا ندہ وقصیلہ قوم آمد بہ پیش دوستان عبرت انجیرش نہ گنجد در بیاں
قصہ کو تہ جل و دانش سالہا در جنگ بود جل میکوشید تا نگہ از دانش نشان

دولت ہندار نہ بودے حامی این گماں کو شش بانی ہمہ برادر قتیقہ گماں
شکر تہ کز میاں بر فراست آن جنگ خلا جملہ بہت مند برادر ایں کالج میاں
عاقبت مقبولی کالج بدین غایت رسید تربیت گاہہ غریباں شد گزر گاہہ شہاں
شکر ایں کہ تہ نوازی کز قدم خوشترین اہل کالج را فرمودی آبرو و عسرت و شال
گر نوید پازہ زان نیست یارائے قلم در بگوید اندکے زان نیست سیر و زباں
پس ہماں بہتر کہ گرد برد عاشق ستم سخن زانکہ ناید جز دغاے خواجہ از مابند گماں
تا تعلیم است و تلقین دین و دنیا فرسوخ تابود و بستہ با علم و عمل نظم جہاں
ملت افغان ز تدبیر تواند علم و فن گوے سبقت بردہ - با دار جملہ انبائے زماں
آں چہاں کز نوع خود و دوز و طاقت برتر ہچنہاں در علم و حکمت با و ممتاز - از جہاں
تا بود خیر صلاح خلق در صلح و وفات تانہماں دوستی با آورد امن و امان
اتحاد و دولت ہند و خداداد - امیر با و استحکم بسان اتحاد جسم و جاں

در شکر یاد آوری عالیجناب ہرنائیں امیر الامر آنریبل نواب حشر علی خاں
بہادر متجدد جنگ الی ریاست ام پورم اقبالہم

کیست یارب کز دل آزادگان مدح او جو شد چو از فوارہ آب
کیست کز ذکر جمیاشں جہاں ہر کسے ناویدہ میخواند کتاب
کیست کز ذوق شنایش در و آ خامدے رقص چو برق اندر سحاب
کیست کز صیت نوازش چارسو قانہاں را در دہن گردیدہ آب
کیست کز رویش برافتہ از نقاب گوئی از مشرق برآمد آفتاب

کیست کز خوش اگر حرفی رود دفتر اخلاق شوقی باب باب
 کیست کز وصفش اگر جویش نام و زمان بر دل فرو آید جواب
 شه نشان حال علیجان آنکه نیست جز نمودارے ز رویش مانتاب
 روئے او نور میسرش را گواه رستے اوروے منیرش را جواب
 خوئے او آمد و سیل خوئے او گرد لیلے بایت زو رو متاب
 کیست کز اکیس اگر پرسی نشان بشنوی خاک درش از دل جواب
 چون ز خلوت پانند در جلوه گاه یا کند در بزم جمے را خطاب
 چشمها از گوشها سبقت برد گوشها بر چشمها آرد شتاب
 برده ره گوئی به آب زندگی هر که از لطف کلاش کامیاب
 جاوداں مانده ز راحت نصیب هر که از اعراض او پر پیچ و تاب
 بروم ناویده بند مہر اوست اے خوشا روزے کہ برخیزد حجاب
 مہرباں بر خود گمانش کرده ام تا چہ بسیر کرد این فرخندہ خواب
 اے سلف را میوہ نخل مہید وے نیالگاں را دواعائے تہاب
 در جہاں باشی سلف اچا نشیں تا خلف زیشان بود نایاب
 نام آواز ندہ باو از نسبت تا پس رجوید با با انتساب
 تا حساب از عمر و از دولت کنند دولت و عمر تو با دابے حساب

۱۰ سنہ ۱۰۰۰ کے چند سال بعد تو میری خاکسار کو رامپور میں یاد فرما دینا۔ اس وقت اول یہ خط لکھا گیا تھا کہ بعد از تو میری

ترکیب

۱۳۱۵ھ

مرثیہ جناب استاد جلال الدین عارف جنگ ڈاکٹر سر سید احمد خاں غفرلہ
 بند اول

آہ انیس تیر گذار از کماں انداختند آہ کز یک زخم قومے نیم جاں انداختند
 اے عجب کز حلیت فردے زافر او بشر عالمے را از قیامت فرگاں انداختند
 اے عجب کز فردن یک پیر مرد سالخورد تاب تپ رکود ک پیرو جاں انداختند
 اے عجب کز سوزانندہ دفات سلمے مردوم کمرش را آتش بر جاں انداختند
 لعلی اند قوم نقد بے بود اند کیسہ کیسہ خالی مانده و نقد از میان انداختند
 قوم را سر مایہ مجد و عکاز دست رفت بعد از ان کاین گنج را در خاکداں انداختند
 نو بہار آید و گرد بلخ قوم آید نیست بعد از طرح خسراں جاوداں انداختند
 تا قیامت گوئی از تاریخ ما فرغ شدند کاین مصیبت بر سر سلامیاں انداختند
 اہل دیں بے یار و دیں سکیں بے یار ماند ہر گاہ ایں آوازہ در مہندوستان انداختند

رفت و با خود رونق بزم سلمانی میرد

لمت از مرگش پیر مرد سلمانی میرد

بند دوم

آہ از مرگ دہر شوب سقیل آہ آنکہ دہر ناملا تم قوم را بودے پناہ
 محمد یاری کا و ملک میرن دولت بستہ بود تازن جاں بر نیامد داشتے و اتم نگاہ
 شکل یاراں اگر بودے ہر طوفان نوح بر مثال کشتی نوح اندر و کئے شنہا

عمر با کوشش تا شود بخوار سورِ نطن
گر نشیند از رعیت بر دل ارکانِ شاه
چاره نا انجنت تا طرح صداقت افکند
در میانِ حاکم و محکوم و سالار و سپاه
کاروانِ قوم دور افتاده بود از راهِ راست
رفت و از بے راه برگرداند و آورش بر آ
در مصائب و بهر بودن دین ملت را سپر
حج او این بود و آیش صوم این بود و صلوات
سید القوم است هر کس قم را خدمت کند
خدمت او بر سیادت بس بود او را گواه
گرچه از مائے تواند صد چسبیده آورد
آنکه لعل آرزو رنگ لاله از خاک سیاه

لیک تو مے کز فرزند نشیب افتاده اند

باز هرگز در دنیا بندانچسب از کف داده اند

بند سوم

میتوان در فضل و دانش شهره و دل شدن
در فصاحت و بگو سبجانِ حسن و تقاضا شدن
میتوان در جاه و ثروت گوئی از قارون
بیتوان زنده و طاعت غیرت صفا شدن
میتوان در ملک و دولت خسرو پرویز گشت
میتوان زنده و طاق رستم و ستا شدن
میتوان قطربے مال شد میتوان شد غوث وقت
هر چه خواهد میتوانی شد بجز انسان شدن
چیت انسانی تمییدن از تپ بمایگان
از سموم نخبه در بارغ عدن پیر ما شدن
خوار و بدین خویش را از خوار بی ابتلا شدن
آتش قحطی که در کفخل بسوزد بلیغ گشت
در شبستان تنگ دل از محنت زندان شدن
زیستن در سر قوم و مردن اندر بند قوم
بر فراز تخت مصر از تاب آن برپا شدن
میتوان مقبول عالم گشت اما همچو شیخ
گر توانی میتوانی سید احمد خاں شدن
بهر سود و خلق مردود جهان نتوان شدن

جور اخوان دیدن و در عشق اخوان زیستن

زخم پیکان خوردن و شستاق پیکان زیستن

بند چهارم

در شش جمعی به تقلید سپه همت تاختند
لیک چون قند گلے چند دل در باختند
زود و استند کاین سودا نه هر سر را سوز
اهل دعوی کاندریں میدان علم افراختند
کار کار شیر مردان ست کز سوز و دل
بزم را افزون شد و شمع ساں گداختند
نسیدل از ره تا دم آخر غنا را بر تافت
گرچه در راهش بسے خا و خاک انداختند
بود یاران را سپر تا بود و در هر شور و شر
لیک یاران بر شش تیغ جنایه آختند
خواجہ در فکر صلاح دین ملت در گذشت
لیک اہل دین ملت قدر او نشناختند
جز ملاست هیچ نوشتند و فروختند
چون نباش قرعہ در روز نخست انداختند
آری از عالم ندیدستند جز جو رو جفا
آں جواں مردان که کار اہل عالم ساختند
آدمی و آنکه ز قوم مرده خیزد و شکفت
کاین جهان مژمنی بر آب گل چوین ساختند

جیف کاندر جمعستان هوشیای بود و رفت

وز زمین شور و خله باردار بسے بود و رفت

بند پنجم

گوئی از گردش فرو مانده است چو گل را چید
کشتی از جامے نه چنبد موج عکاس را چید
وہ بهر دیرانی کشد وقت و به تافش کجاست
گلہ سرگرداں شود و دست چو پاں را چید
چہرہ شد سہراب و دل ستریم و ستاں کجاست
یافت فرصت اہرمن مہر سلیمان را چید
تارک ہر کس ندارد تاب گریز روزگار
بر منقبا بد سرے این تپک رسان را چید
توم را بیم عتاب و چشم جسم از کس نماند
آں لب نفوس مرا آں چشم گریاں را چید

پندای شیریں بیانان فریگیر و بدول
آن زبان تلخ گو آن تیغ عریاں را چشد
شد خزان وانه بهاران نیست یا بل را خبر
آن بهار بے خزان بزم یاراں را چشد
دل گرفت از خنده گل تابست از خنده لب
آن کلید قفل دل آن لعل خنداں را چشد
آن که می بخشید چای آن باد نو نری سجا
آنکه می بارید و آن ابن میاں را چشد
اے علیکده آنکه کردت شهره در اعمار کو
آنکه از خاکت بجز دین بر د آن معمار کو

بند ششم

آه ازاں در پیشه صدق صفا شیریناں
آنکه در سر و عین بودش یک دل بازیاں
آنکه چون دریا نبود تیره از باران سنگ
آنکه از غمش نه گشت صورت کوه گراں
بود و دست به دعوت مستم از راستی
آری این باشد درین عالم سرای پستان
یا رجز غلش نبود و علم وانی نادر است
این چنین بے کس سز و کز جل پراز و جلا
بعد سبیل کز جفاے قوم گذشت از وفا
کیت تابا شد بر این نامهرباناں مهرباں
کیت مر این میمانان ازین پس نیزیاں
فانده اش وانی یکے مهاں سرای قوم بود
کیت مر این میمانان ازین پس نیزیاں
بعد از نو کاین شست را گلزار کرد و رفت کیمیت
این بنا ناراضهاں این باغمار باغبان
سعی با مشکل که بعد از خواجه ماند بر قرار
جنبش از لعل مجو لعل چو نعت از میاں
جیش را نقد این سر سر خط و در خط
گلزار گیسمن از چوپاں زیان روزیاں

بهر و آن را بعد از این یارب لیل که کیت
دیگر این بے دولت را یار و دولتخوا کیمیت

بند هفتم

دوستاں از مرگ نبود چاره و فرقت سفر
چهل زناں تا چند بودن بهر سبیل نوهر
جائے استقلال وقت هست و مر و انگیست
کاین بلائے ناگهان نیست جز همت سپر
در غم سبیل اگر از فرض خود غافل شید
این مصیبت رست صد چندین مصیبت بر شید
خواجہ دار الحکم از بهر شاکه داشت است
تا بود نسل شما از علم و دولت بهره ور
کوه نمکند است تا این جے شیر اور و است
بو که آب فرست در جے شما آید ز سر
ترسم این سر شید گرد و تیره از سنگ خلاف
بان مان وقت هست وقت اتفاق همدر
عزم جزم آرید و بر خیزید و بهارستان شید
دست بکشاید و بر بندید و آن بر کم
شست زمین هست در بند و ستان تو چید
وہ کہ چندین خلق در ماند ز کار یک نفر
یا دگر خواجه بعد از خواجه بر پادشاه
شکر او را خوب تر زین نیست اسلوبی گر

مزد او این پس که در صلاح خود کوشید زود
کز شما غیر از شما مطلوب او چیزے نبود

قطعه در شکر صحت یابی شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی

شد احمد پس از ناخوشی و بخت دراز
شبلی ما براد از سر بالین برخواست
آنکه نامش بحالات سمر گیتی هست
آنکه مشهور در آفاق شمس العیاست
آنکه گر سر کند افسانه فضل و شورش
خامه شکل که بنایاں بر پوش بے کم و کاست
آنکه خواندش اگر نفس زبان خود و پس
کرده باشند عدول ایل سخن از ره راست
بود و علت او علت قوم مضمر
لاجرم صحت او بهر همه قوم شفاست
بسکه او روح و سیده هست تبارخ سلف
هرت در فخر بذاتش بخت قوم دوست

زندہ تا دیر بانا د کہ برت کے بعد از خلعت تحقیق نے آید است

عیدی شب برات

تعالیٰ اللہ شبے کا زور ویر شب کساں رقبہ بل و مدبر نماید
اگر اقبال خواہی بندگی کن کہ حلا و خور و فی رار وے باید

قطعات تاریخ و مختلف دادہ نائے تاریخ

قطعه تاریخ طبع دیوان میر مہدی مجروح دہلوی

مجرروح آنکہ نام سلف زندہ است ازو ذاتش بود غنیمت گبرے دریں زماں
دہلی کہ بود کان منہ سہر مدین کمال امر از کمال نیابی درونشان
جمعے کہ داشت سرفراک از وجودشان راند سوئے جنت ماوے یگان گیاں
و انانکہ ماندہ اند از ان جہم یادگار بلیکے زنند اجل راز ماں ماں
غالب برفت فیروز آندوہ رفت ذوق مومن برفت و حسرتی و عاف از میاں
رفت ندو جا کے خود ہمہ خالی گزاشتند کس برخواست تا بنشیند بجائے شان
مجرروح ماندہ است از ان جمع یادگار یارب پدار از بد و دورانش در ماں
کایں عند لیب قصہ امی خواند از بہار وین گل خبر ہمی دہد از عمد گلستان
دیوان او کہ رختہ را و در آخر است خوش سیر زندہ بھر نیان تکتہ دہاں
کایں نے کہ و گذشتہ حیر و میر زراست مے بخشمش بہر جگر تشنہ را گھاں

القصہ چاپ گشتہ از ان شراں متاع کا ترا بہفت عمر سہریدیں ہمتیوں
پرسد اگر کے ز تو تاریخ حالیا گو۔ نظم و لغزیب بود سال طبع آن

تاریخ بنائے مکان سید عوض علی مرحوم رئیس خارجہ ضلع بلند شہر
کہ حسب مائش برادر غریب الوجود سید فیاض حسین مرحوم نوشتہ شد

کرد سید عوض علی تعمیر این شبستان بجائے زہت دل
چوں بہ پایاں رسیدت گفت سال ہجرتش ان ظہیر منزل
پس بچن لفظ بے مثال فزون تا شود سال عیوی حاصل

۵۸۳ + ۱۳۰۴ = ۶۱۸۹۰

قطعه تاریخ تعمیر مسجد واقع سوئی پت کہ باہتمام خواجہ محمد علی مرحوم
خطیب پانی پت اصل باقی نویس تحصیل سوئی پت تعمیر یافتہ

محمد علی آل مدوکار حق کہ از مال جان است برویں خدا
کمر بستہ بر پیر می اہل دیں تعمیر بر این جامع و گلشا
پئے آنکہ زین عمدہ آید بروں کشیدہ بے ماہ رنج و غنا
در جمع از حق پرستان شہر دریں کار با او شدہ ہمنوا
چو سال بنایش حجت مزل بگفتا۔ چو خوش کرم مسجد بنا

تاریخ وفات محمد ابراہیم جو اس مرگ طالب علم بی اے کلاس اولی کالج
محمد ابراہیم چن کہ جان گفت ز خنسل جوانی ثمر بر نچو رده

بجائ آفرین جان شیریں سپر
بجفتم ز روئے الم سال فو تش

تلیخ بہ پایاں سیدن بنائے سید مہربانی مرحوم نیک گل و پتی درین شہر

علی آن سید والا کہ باشد بنامش مہرباں جزوئے زاجزا
بود با ذات او توام سیادت چنان کہ نام او مہر است پیدا
چو ایں کاشانہ را بنیاد بنا بعد حاکم بیدار و دانا
گر و پس آن فیض گستر و جودش شد ایں معمورہ چوں گلشن سراپا
چنین گفتش حالی سال تمیہ مکان بے نظیر آباد آباد

تلیخ اورنگ نشینی حضور آصف جاہ نظام الملک سادس میر محبوب علی خاں
بہادر فرماں وائے ملک و کن خلد اللہ ملکہ

بر سال فرخ و ماہ سیم دور و ز فرخندہ نظام الملک محبوب علی خاں آصف ثانی
پہنخت سلطنت بہشت عالی گفت تاجش برائے دے مبارک تاج و اورنگ جانانی

تلیخ رحلت جناب ضیاء الدین احمد خاں صاحب مرحوم دہلوی رئیس دیوانہ

ور واکہ ضیاء الدین احمد بہرست رخت سفر از جہاں کہ جائے الم ہست
از طاق و زایوان و ز بزم و جلہ بگستہ بر حمت الہی پیوست

۱۱۰ ۹۸ ۹۹ ۹۴ ۹۳ ۹۲ ۹۱ ۹۰ ۸۹ ۸۸ ۸۷ ۸۶ ۸۵ ۸۴ ۸۳ ۸۲ ۸۱ ۸۰ ۷۹ ۷۸ ۷۷ ۷۶ ۷۵ ۷۴ ۷۳ ۷۲ ۷۱ ۷۰ ۶۹ ۶۸ ۶۷ ۶۶ ۶۵ ۶۴ ۶۳ ۶۲ ۶۱ ۶۰ ۵۹ ۵۸ ۵۷ ۵۶ ۵۵ ۵۴ ۵۳ ۵۲ ۵۱ ۵۰ ۴۹ ۴۸ ۴۷ ۴۶ ۴۵ ۴۴ ۴۳ ۴۲ ۴۱ ۴۰ ۳۹ ۳۸ ۳۷ ۳۶ ۳۵ ۳۴ ۳۳ ۳۲ ۳۱ ۳۰ ۲۹ ۲۸ ۲۷ ۲۶ ۲۵ ۲۴ ۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱ ۰

تلیخ بنائے مہماں سرے در موضع مون واقع نیجا بجایاں علی

بحر کرم آں وزیر چند کہ باقی ست نام بزرگاں مون بنائے نواش
ساختمنہ گنگے چو بہر غریباں منجہ گہ بہر غریب آمدہ سالش

تلیخ بنائے باغ در موضع تہ ضلع مظفر نگر ترتیب دادہ سید فیاض علی خاں

رئیس نامور فیاض علی خاں کہ نتوان کرد و صنف و ز صدیک
بہر تہ طرفہ باغ طبع انداخت کہ در خوبی زند بر خلد چشمک
چو حالی سال ترتیبش بہ حجت خروندہ مود باغ نو مبارک

قطعہ تلیخ تعمیر چاہ بنا کردہ سید محمد کی رئیس سو فی پت

بکند چاہ چو سید ذکی بہ سو فی پت ز خاک پوش بند آب صافی و شیریں
نذر سید ناتف بگو شش حالی نزا کہ ہست سال بنا چشمہ بہشت بریں

قطعہ بروفات مولوی چراغ علی مرحوم

آہ آہ از حلت بے گاہ عظم یار جنگ کز میان رہ ز ہماں عناں پیچید رفت
حیف و نیازا پنجہ سالگی کردہ دواع بزم مارا بزم ماتم باز گردنید رفت

ستفیدان پرنہ کردہ دیرین سنی منو مشتے از گنجینہ لعل گہرا پشید و رفت
از سحاب فیض کلکش تاشدہ سیراب خلق ساعتی برق بیانی و افق تابید رفت

عقد پاکشود و ماندنکته ماندنوشته ماند
 کرد بے آثار خلق اعمال سلطانی ادا
 یاوران قوم را تا ولایت یا در بود و یاد
 از دل پر درد او گلبے صدائے برنخا
 طبع آزادش بہر ملت کہ بینی صلح و دا
 گر ز یک صد سال کس انجام او مرگ برست با
 بہر جوے شیر کو بے ستوں کند و رفت
 نے ز کس زنجیدہ و نے کس ابرنجانی رفت
 ہر چہ بتوانست تا نیدشان کشید رفت
 دے تے چوں بحر کابل نہاں جوشید رفت
 در دل خویش دل بیگانہ درنجید رفت
 چوں شر بر وضع دوران متیوان خندید رفت

قطعہ تاریخ وفات جناب اہمہ کرمست علی صاحب موم جو حافظ
 محمد یعقوب صاحب محبت دی کی فرمایش سے لکھا گیا تھا

شد کرامت علی ز دار فنا ماند خلتے بہ گریہ و زاری
 مغفرت وقف روح خواجہ کہ او یافت رحلت بہ سال غفاری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرفارسی

دیباچہ سفرنامہ حکیم ناصر خسرو متضمن سوانح عمری حکیم موصوف کہ بخلاف تذکرہ
 نگاران پیشین حقائق و قصیدہ از سفرنامہ دیوان شعر و استنباط کردہ
 بصحت ہر چہ تمام تر نوشتہ شدہ است

صاحب ایس سفرنامہ حکیم ابو امین ناصر بن خسرو علوی از شعرائے قدیم خطہ خراسان است
 کہ بجاوہ شاعری در علم و حکمت و فضل و دانش شہر و روزگار بودہ - موصوف و تذکرہ نگاران در
 شرح احوال و تاریخ و تحقیق ناسپردہ و سر از ناسو باز نہاستہ پردہ مانے تو بر تو بر چہ مقصود
 فرو ہستہ اند - اگر ایس سفرنامہ و پانہ از دیوان اشعارش بدست نہ تھا دے چارہ نبود از انکہ
 مانیرہ نبال ایشان و ہم در راہ از بیراہہ باز نہنایم *

چندانکہ دین قضیہ غور کردہ میشود چنان بخاطر میرسد کہ یکس از معاصرین حکیم فرزند تہجد
 حال و سہ پیر و اختہ و سالہائے فراوان و قلع زندگانی او نا نوشتہ ماند - باعث بلیس بے
 اعتنائیہا آں تو اند بود کہ قہقارے آں زماں از شیعہ و سنیہ چنانکہ عنقریب ذکر کردہ شود
 ناصر از فرقہ اسماعیلیہ گمان میکردند و ہم علیاں را بہ لقب ملاحدہ و باطنیہ ملقب میشدند

۱۵ اسماعیلیہ طائفہ است از نامیہ کہ اسماعیل بن امام جعفر صادق را بعد از جناب امام ہدی داشتہ و گویند امام جعفر صادق

پس غالب آنت کہ تازمان دراز آصرے از فریقین بسبب تنافرے کہ از تعصب خیر و بیکارش
ترجمہ حکیم موصوف میل نکرہ باشد اما چون در قرون لاحقہ دیوان اشعار و دیگر تصانیف و نظر
مالک انتشار یافت و معتقدان اواز حوالی کو بہستان بدخشاں کہ مرقد حکیم در آنجا است فوج
فوج ظاہر شدند آنوقت بود کہ ارباب ریسر بتخص اخبار و آثارش پرداختند لکن بطرب
دیابے کہ یافتند یا از افواہ عامہ ناس شنیدند بے تامل حوالہ قلم نمودند و افسانہاے کہ
معتقدان وے از قبل خود تراشیدہ بر حکیم بستہ بودند آنرا از افادات حکیم دانستہ بے آنکہ تصدیق
وے عرض کنند و صواب از خطا باز شناسند نقل و رویش مبادرت کردند و ازین جهت
اغتشاش عظیم در ترجمہ حکیم سابق الوصف راہ یافتہ و پے بہ سر کار بردن بغایت مشکل افتاد
اگرچہ دین روز با چارلس شیفر نام یکے از افاضل اروپا احوال ناصر خسرو را در لنت فرانسه
با بسط ہرچہ تا مثر نوشتہ است اما بسبب جنیتت زبان فرانسه کلمتہ نمیتوان گفت کہ چقدر
از عمدہ تحقیق بیرون آمدہ و تا کجا داد تنقید دادہ است۔ بناً علی ذلک مذکور احوالش از رجال
قوم برہاں قند کہ مقول قابل جزم است اکتفا خواہد رفت و باقی انچہ از کلام خودش میتوان
استنباط کرد نوشتہ خواہد شد۔

اول اختلافي کہ کردہ اند در تعیین سال ولادت اوست۔ حمد اللہ مستوفی قزوینی در
تاریخ گزیدہ سال سیصد و ہشتاد و پنج از ہجرت خاتم النبیین صلعم ضبط کردہ است و صحت
(بقیدہ صفحہ ۲۵۳) اما مستوفی و نفیض داشت و با ما در تامل بیچ نزاع جاریہ را انانہ ساخت چنانچہ بی صلعم یافتہ
و علی باطلہ۔ نیز جمیل را خاتم الامم دانند و بیش امام لاحق کار دارند گویند دارا امامت بر نہفت مانند ہفت روزہ
ہفت آسمان و ہفت ستارہ۔ ۱۲ عالی

صفحہ ۲۵۱ ۱۱ یورب را معرب کردہ اروپا میگویند ۱۲ تنقید یعنی نقادی ۱۳ یقین ۱۴

دہستان المذہب سیصد و پنجاہ و نہ۔ و صاحب حبیب السیر سیصد و پنجاہ و ہشت معلوم میکند
اما این ہرستہ قول مردود است۔ بے قول صاحب آنت کہ رضا قلیخان در تذکرہ مجمع الفصحاء
آورہ و آل سیصد و نو و چار ہست و چارلس شیفر در ترجمہ فرانسویہ خویش ہمیں قول خیر را ختم
کردہ و بقول خود حکیم تسک جست کہ در بعضی قصائد خویش میفرماید

بگذشت ز ہجرت پس سیصد و نو و چار بنہاد مرا مادر بر مرکز غم

نیز قاطبہ تذکرہ توپیاں اصل حکیم را از اصفہان معلوم داشتہ اند اما بیچ دلیل کہ مفید
جزیم باشد ذکر نہ کردہ بل بلاخطات چند میتوان گفت کہ اورا اباعن جد با اصفہان و دیگر بلاد از
عراق عجم و پارس سیج تعلقہ نبودہ و سلاف و بزرگان او از عمدہ مامون ابن رشید یا بعبادت
دیگر از زمان امام علی بن موسی الرضا کہ جد ہشتم ناصر خسرو بودہ ہمیں در صفحات خراسان سکنت
داشتہ اند و معمورہ بلخ کہ تازمان در دار الملک ولایت خراسان بودہ است باید سقط الرک
حکیم موصوف باشد چنانکہ خود گفته است

اے باوصصہ گر گندی بزیان بلخ بگذر بجائے من و آنجا بجوئے حال

و ہمچنین در بسیاری از اشعار خود چنانکہ ہر کس را در عالم غربت و دوری وطن اتفاق افتد بر خفا
خراسان و اہل خراسان دین خود را است و نیز در سفرنامہ عبادات بسیار است کہ بر نیمنی دلالت
واضح دارد۔ بالجملة سلسلہ نسب بہفت واسطہ تا بہ امام ہمام علی ابن موسی الرضا علیہ السجۃ و الثناء
کہ در شہد مقدس مدفون و بہ شاہ خراسان معروف است منتهی میشود۔ بعد از حفظ قرآن مجید کہ
۱۵ این تذکرہ از تالیفات امیر الشعراء رضا قلیخان متخلص بہ ہدایت است کہ در سال ۱۱۹۵ ہجری در دار السلطنہ
طهران چاپ شدہ و دریں ایام ہندوستان رسیدہ است ۱۲ عراق عجم و پارس نام دو ولایت از ممالک

ایران است و تمامی مملکت ایران را کہ پارس میگویند مجاز است ۱۳ عالی

گویند و درین نه سالگی بدین مشرف شده سالهاست و در آن تحصیل علوم متعارفه از معقول و متفوق و علوم غریبه فنیون تنوعه از نجوم و رمل و سائر دانشها که در آن روزگار از جمله کمالات شمرده میشد و هیچکس را بدون آنها فرزانگی و حکیم نمیدانند مشغول بود. گویند در آن علوم و فنیون حکیمیه که میان اهل اسلام و امر و سائر بود برکتی مقدسه از توفیق و انجیل و مجموع صحیف انبیاء نیز اطلاعات تمام داشت حتی اینکه فضلاء و سواد و سیه آن کتاب بار از او اخذ میکردند و آنچه از کلام خودش در سفرنامه مکتوب میشود اینقدر است که غالباً از لغت و خط عبرانی بخیر نبود چه در ذکر فلسطین مضمون بعضی کتابها که به خط عبری نوشته بودند شرح داده و بیان کرده است مع لقصه بعد از تسوخی و کمالات علمی سالها بر تحصیلین در سبک و بکشت معضلات و رفع غفلات از دقائق عقلیه و مسائل تعلیه مشغوف بود تا آنکه بتقریب از بلخ برود و شایان که امر و سطح نظر دولت روسیه است شتافت. و هر اگرچه الحال او تا آنکه مطلق العنان محسوب میشود اما در زمان پیشین از بلاد معتبره ممالک خراسان و پادشخت سلاجقه بوده است و در عهد سلاطین عجم و هم در دولت اسلامیة اکثر از علما و حکما از اینجا بر فاسته اند. باجملة کارنا ناصر خسرو و در دیالوگ گرفت. آنوقت طغرل یک سلجوقی در نیشاپور و کیمین برادرش چغریک در مرو بر سر حکومت جا داشتند این ناصر را در خدمت چغریک قربت اختصاص بهم رسیده و در ملک ایران دولت مسلک شد و چنانکه خود در سفرنامه میگوید از جمله متصرفان و اموال و اعمال سلطانی و متصدی مهمات دیوانی گشت از تاریخ مقدمین اهل اسلام لایح میشود که در قرنهای پیشین کسانی که ببلخ و فلسطیه اسلام ملقب بوده اند قاطبته روزگار ترک و بخیرید یکدیگر اندیند و هرگز تن بخدمت ملوک و سلاطین در نیدادند. و اول کسیکه از میان ایشان خدمت ملوک را اختیار کرد و شیخ رئیس ابوعلی ابن سینا بود که غایب ابام حیاتش در دولت آل بویه بسر آمده. صاحب و فضا الصفا میسنوید

بعد از شیخ رئیس اکثری از حکمای اسلام که ملازمت حکام و اسباب فرمان اختیار کردند هم اقتدا به شیخ کردند. از آنجا که اصل شیخ ابوعلی و ناصر خسرو از بلخ بوده است و عروج شیخ بر طایع حشمت و جاه که در دولت آل بویه او را دست او ناصر را در عین شباب مجموع افتاده باشد و نیز ناصر خسرو بجزیم و یقین دانسته که اینهمه شهرت و اعتبار شیخ بجز به قرب سلاطین هرگز صورت نمیست لاجرم حکم میتوان کرد که اینهمه اسباب ناصر خسرو را بخدمت آل سلجوق مایل کرده و از گوشه عزلت بدار الملک مرو کشیده باشد. اگرچه ناصر خسرو چنانکه بعد ازین گفته شود ویریه کشیده که از خدمت چغریک آذاد شده و دیگر پیرامون آن نگزیده اما برادرش خواجه ابوالفتح عبد الجلیل در عهد طغرل یک پسرش خواجه عین الدین در زمان ملک شاه سلجوقی تا زمان مدت ملازم دیوان و معتمد و گاه بوده اند.

علی الجمله تا سال چارصد و سی و هفت هجریه که چهل و دو سال از عمر ناصر خسرو گذشته بود روزگارش در خدمت امیر چغریک همسرین منوال بود تا آنکه داعیه سفر حجاز چنانکه در سفرنامه و انموده است او را از جابر انجنت و از مشاغل دیوانی بکلی دست شسته تمامت اسباب جاه و حشمت را پدید گفت و کیمین برادر خود ابو سعید و یک غلام را همراه گرفته رطبه که رود او آن دین سفرنامه رقم کرده اختیار نمود و از بلاد خراسان و عراق عبس و آذربایجان به آرمینیه رسیده و از آنجا به شام و فلسطین و عراق عرب عبور داده در موسم حج وارد مکه محترمه شد. بعد ازین بمصر رفت. و قرب سه سال آنجا اقامت داشت. و در زمان اقامت مصر و بار به حج بیت الله زیارت روضه منوره جناب رسالت مآب شرفها الله تشریفاً و حجاز آمده باز بمصر

۵۷ پدر ابوعلی از عمال بلخ بود و در ایام سلطنت نوح سامانی بجانب بخارا رفته و ابوعلی هم در آنجا در رشته بصری بوده شده. ۱۳ ملاقات ناصر خسرو بعد از ولادت ابوعلی بیست یک سال بوده و در سالیکه شیخ وفات یافته ناصر خسرو سی ساله بوده

مراجعت کرد - و روضه الصفا و حبیب البیروستان المذاهب چنین نوشته اند که نبی سال
در مصر مقیم بود و هر سال پنج می رفت اما آنچه در سفرنامه تصریح رفته است تکذیب آن میکند ^{القصة}
و در آن ایام مستنصر باشد فاطمی عبیدی که مشهورترین خلفائے فاطمیه است و شصت سال بر این
خلافت شکیلی بود حکومت مصر را داشت - آنچه از سفرنامه متفاد میشود اینقدر است که حکیم را که با
یک از دبیران سلطنت مصر دوستی پیدا آمد بود و یک بار توسط او در قصر خلافت رسید عمارت
وصف نام و ایوان نامشاده نموده است - اما هیچ ذکر آن نکرده که در مجلس امیر المؤمنین المستنصر باشد
بایاب شده یا نه و لاکن بشهادت قرآن عاقله که عنقریب بحشف آن پروانیم بحزم یقین
میتوان گفت که مستنصر در مراعات بسیار کرده و تحم محبت یا عقیدت خویش در دوش
نشانده بود *

باجمله در سال چارصد و چهل و یک از مصر بازگشته به آنکه اردن ج سیحین در اطراف
حجاز دین مجرید و باز از راه الحسا و بصره و حلب عجم به پارس و از آنجا بحد و خراسان رسید و در
سال چارصد و چهل و چار وارد بلخ شد *

از دیدن سفرنامه معلوم میشود که حکیم موصوف را در ایاب ذباب دوبار از عراق عرب
مرور اتفاق افتاده اما هیچ تصریح آن نکرده که در عتبات عالیة از کربلا و نجف و کاظمین بزیارت
رفت یا نه و این معنی از آنجاست که خود را شیفته و دلداره خاندان نبوت و انما ید استبعاد و تمام از
غالب آنست که در آن ایام زیارت این مشاهد تبرکه از علامات تشیع یا از امارات تفضیل شمرده
میشد پس اگر کسی از مخلصان محترمت رسول مقبول قصد آن صفحات مینمود هرگز اعلان آن نمیکرد
تا از شر نوأصب مقدر که با حجت آثار و لای اهل بیت بودند محفوظ بماند بود - و از اینجاست
که برادران از اهل سنت و جماعت تا امروز با آنکه به ضرارت اولیای امت منازل بیبره

قطع کرده میروند باز اصلا به سفر عراق عادت ندارند بلکه آنرا از مناصب تشیعین میروند
مع الحدیث از قراریکه مذکور شد مدت سیر و سیاحتش به هفت سال میکشد و چنانکه از سفرنامه
معلوم گردد مسافت راه در آمد و شد غیر از آنکه با طرف و جوانب بزیارتها رفته موازی هفت
هزار میل تکلیفی قطع کرده و از انواع مشقت با و زحمت با آنچه مقدور هر بشر نباشد تحمل نموده
و چون صعوبت و دشواری راههای آن صفحات خاصه در روزگار پیشین ملاحظه شود آن همه
زحمت و مشقت یک بهره میشود - از اینجا اندازنه توان کرد که در قمرهای اولین چه قسم مهران
اولو العزم و با همت از لب اسلامیه برخاستند و چه قدر بر سیر و سیاحت حریص بودند
گویند اما لی مغرب زمین در ممالک بعیده سفر کردن و سفرنامه ناوشتن از مسلمانان آموخته
اند - اما این سخن امروز باور نمیتوان کرد - چه با این همه سهولت ناکه در سفر بجز و بر از اختراعات و پیا
هر کس را میسر است قومی در عالم نیست که چون مسلمانان و لایستما مسلمانان مند لازم خانه و دلد
وطن و خیر از احوال بلاد بوده باشد *

صاحب روضه الصفا و حبیب البیروستان دانوده اند که امیر ناصر آوازه حسن سیرت
ایمیلیه را شنیده از خراسان بمصر رفته بود - اما در سفرنامه هیچ اظهار این قسم خاطر نکرده - لیکن
که از خوف ابنائے زمان سکوت و ندیده باشد - زیرا چه کافه اهل سنت و تشیع فرقه ایمیلیه
از فرق ضالیه شمرند و خلفائے مصر را که ائمه ایشان بودند دوست نمیداشتند بلکه تفسیق و
تکفیر ایشان میکردند - از اینجا است که ناصر خسرو با آنکه رتبه سال در مصر اقامت و ندیده و اراده
آن داشت که مدت عمرم در آنجا بسر آرد باز در تمامی سفرنامه اظهار این سنی نکرده که باعث تبرک
و بستگیها چیز بوده است - باید دانست که خلفائے فاطمیین همواره ائمه آن داشتند که
ایه صولت و اقتدار خویش بر ممالک آسیا اندازند و عظمت و بزرگی خلفائے بنیاد از اقل و

امالی شہر قحطی بحکومت ایشانرا بسوئے خویش مائل سازند خاصہ مستنصر باللہ کہ شہر سیال متصدی
 امر خلافت بودہ فرصت این کار بیشتر از خلفائے ماضیہ اور دست اودہ بود و همواره از طرف
 او جو کسب و کسب درین صفحات میسر میداد تا مردم را به روش اسماعیلیہ دعوت کنند و حکومت
 مصر را در لباس مذہب رونق دهند و عاقبت الامر بطور ساعی مستنصر بمصر بمصر بمصر در بغداد
 و حسن حبیب در خراسان آتچناں شدہ کہ ہر کس برائے العین شاہدہ کردہ پس اجمال میرود
 کہ ناصر خسرو با بخت این مقصد غنیمت برگزیدہ در مصر طلب داشتہ باشند کہ ہم از نوئے نسب با خلفائے
 مصر فریشتہ داشت و ہم اندک عقیدت شیفتہ و ولدادہ خاندان نبوت بود و بجلالہ علم و فضل
 بر مدینہ سلطنت نیز فوقی ہم رسانیدہ و مدت در دولت آل سلجوق تکمیل مہارت یوانی با کمال
 چنانچہ در بعضی از قصائد خویش کہ روداد سفر بیان کردہ است میفہاند کہ باعث سفر مغرب
 جز شوق لقاء مستنصر باللہ چیزے دیگر نبود و مضمون قصیدہ مذکور را باید بدو ترجمہ نمود
 ذکر کنیم کہ عالی از ذوق نخواہد بود میگوید: سال سیصد و نو و چار از ہجرت گذشتہ بود کہ اور شوق
 مرا بر خاک نہاد۔ آنوقت بالندہ بے شعور مانند رستی بودم کہ از خاک سیاه و آب مقطر پدید
 باز از درجہ نباتی بہ مرتبہ حیوانی رسیدم و روزے چند چوں مرغابی پرانچین بودم تا آنکہ بخت
 چارین رسیدم و ما طبقہ در جسم کمر راہ یافتہ و اثر مردی ظاہر شدہ۔ چوں عمر من بچل و رسید

۱۱۰۰ سالہ با سیرت خلافت بود از غلامان بہادور و دینی نجلے با ہمت کہ با عانت مستنصر تا یک سال قائم با امر اسلامی اجماع
 داشتہ و فرمود تا در بغداد خطبہ بنام مستنصر خوانند ۱۱۰۰ سن حبیب سلف اسماعیلیہ مشرق است کہ در آن وقت خلافت
 در شام بحیرہ رسیدہ و مدبر عنایات مستنصر شد و بعد از وفات شہ در سائر بلاد و محم مجتہد و مردم را با ہمت نزار این
 مستنصر دعوت کرد و خلق کثیر را بہ مذہب اسماعیلی متذہب ساخت و بحسب راجعہ اکتوت و نواحی قسمت ان بحیث اشاعت
 مذہب فرستاد و آخر تمامی بلاد رودبار و قسمت ان غیر ذلک در حیطہ تصرف اود کہ موازی صد سال حکومت اسماعیلیان را ان
 صفحات در ترقی بود تا آنکہ در ۱۱۰۰ ہجری سیت ہولا کوخان بمیرہ جنگیز خان مغل ستارہ گشت ۱۱۰۰ عالی

و خود را از ہر کس بہتر یافتہ۔ با خود گفتہ امستہ کہ میباید کہ از ہمہ خلق بہتر باشد چوں باز از
 مرغان و شتران بہائم و خرمائین از درختان و یا قوت از جوامہر یا مانند قرآن از کتاب و کتبہ زبانہ و
 دل از عیناں بدن و خورشید از ستارگان۔ پس انچاکے برخاستم و سفر پیش گرفتہ و من بعد از آن
 و گلشن و منظر اسرارچہ یاد نہ کردم۔ پس حاجت خویش از پارسی و تازی و ترکی و سندی و ہندی
 و رومی و عبری و فلسفی و مانوی و صہابی و وہابی و خواستہ مکرر سوال کردم۔ بسیار از سنگت
 و بالین ساختہ و بسیار از ابرخیمہ و چادر کردم۔ گاہے بزینے رسیدم کہ آب آنجا بچشم منجمد
 بود و گاہے بر سر کوہے برآمدم کہ اندو پیکر بلند تر بود۔ گاہے مانند شتر باں ریمان در گون
 و گاہے مانند ستر بار بر پشت بچین از شہر بہ آن شہر و از نجابہ آنجا پرسندہ و چون بہ ہمیر
 بعضی گفتند کہ شریعت بعقل راست نمی آید زیرا کہ اسلام بہ شمشیر قوت گرفتہ است۔ اما این
 سخن تقلید ایشان قبول نکردم و از حجت و بران قطع نظر نہ نمودم زیرا کہ حق بتقلید میسر
 نمیشود۔ بارے چوں خدا خواہد کہ درے از رحمت بکشاید ہمہ دشواریاں آسان گرد و آخر
 بر در شہرے رسیدم کہ آنجا اجرام فلکی بندہ و چاکر و تمامی آفاق متحرک بود۔ صحرائے آنجا مانند یا
 پر نقش و نگار بود و آب آنجا مانند کوثر عمل صافی بود۔ منازل آن شہر غیر از علم و فضل صنوبر آن
 باغ غیر از عقل و خرد نبود۔ شہرے بود کہ حکمائے آنجا ہمہ حیر و ویا پیوستہ شدند (مانند فقہا
 خراسان) بافتہ پشم مادہ و مرد و بر سیکردند۔ چوں در آن شہر رسیدم خود با من گفت کہ بیا و حاجت
 خود طلب کن و از اینجا گذر۔ پس من نزدیک پاسبان آن شہر رفتم و راز خویش بگفتم۔ گفت

۱۱۰۰ مراد از آن حیثے امام زمان است ۱۱۰۰ این سخن تقریب است بہ سلطنت غزنویہ و سلا جتہ کہ ملک بقرہ و استیلا
 گرفتہ بودند۔ بخلاف علویہ مصر کہ عقیدہ خوش برحم و انصاف از سلا با دشاہان اسلام امتیاز داشتہ ۱۱۰۰ مراد
 از آن شہر ملک مصر است کہ مستنصر با عدل و حکم آنجا بود ۱۱۰۰ عالی۔ مراد از پاسبان آن شہر مستنصر باللہ است ۱۱۰۰

اندوہ مخور این شهر چرخ برین است پیر از اختران بلند بلکہ بہشت است پیر از پیکر ہائے دلربا
گفتم کہ مرا نفس ضعیف و نرنگ شدہ است پس بروستی تن و سرخی رنگ من منکر من دارد
بہ حجت و بران بخورم و از درونے اندیشم و قول منکر نمیشنوم گفست اندوہ میر کہ من درینجا
طبیعیہم پس علت خود پیش من مشرّع کن من از اول و آخر علت و معلول و جنس و صنعت
صورت و قیاد و تقدیر و مقدار سوال کردم چوں آن مرد و انما ایں سوالہا از من گوش کرد دست
قبول بر سینہ خویش نہاد کہ حمت خدا باو بر آن دست و بر آن سینہ او گفست آری و از تو با
و بران دہم اما مگرے حکم بر لبست بہ بندم باز بر شربتے کہ مراد او دو گواہ از انفس و آفاق
حاضر کرد پس من آن ملاو را قبول کردم و او مگرے سخت برد نام زد و ہر روز بتدیج
چارہ کار من ہمیکرد تا آنکہ مشیت خاک مرا مانند یا قوت منور ساخت اینک یا قوت منم
و آفتاب من کے است کہ از فروغ دے ایں عالم طمانی روشن است خوشا شہرے کہ
پا سبانش چاہا باشد و خوشا کشتی کہ لنگرش چنین بود اے آنکہ علم را صورت و
فضل را جسم و حکمت را دل و مودمی را ثمرہ و دانش را افتخار بود من کہ با جامہ پیشین و کالبد
و گوشت و ہفت پیش و پیش تو پستادہ ام الحق کہ بعد از حجر الاسود و خاک ہمیر جزیر دست تو
لب نہلوہ و من بعد تا وقتیکہ زندہ ام و ہر کجا کہ باشم جز بر شکر تو قلم و کاغذ و دوات
نہ برانم

از سیاق بیان این قصیدہ چند نتیجہ استنباط میتوان کرد یکے آنکہ فی الواقع
ناصر خسرو آوازہ حین سیرت مستنصر باللہ را شنیدہ سفر مغرب اختیار کردہ بود و نیز از
طرز حکومت خراسان طریق علمائے آنجا کراستہ میداشت و احترام خویش بہ فضل و کمال
و بزرگی و سیادت خود از اہل وطن توقع نداشت و سخنانے کہ مستنصر باللہ منکام ملاقات

بر او القا کردہ آنچنان راز ہائے سر بستہ بود کہ ناصر خسرو کشف آن نمیتوانست کرد و نیز
ازین قصیدہ استفادہ میشود کہ مقصود دے از زیارت مستنصر باللہ کتاب سعادت و
تحقیق راہ حق و کشف معضلات ذہیب و رفع وساوس قلب چیزے دیگر نبود و چون
در سفر نامہ دیدہ میشود کہ حکیم موصوف ہنگام معاودت از مصر بغایت تنگست بود و در
عرض راہ چند جا بمعونت دیگران محتاج شدہ بضرورت مینای تسلیم کرد کہ مطلب ازین
سفر دور و دراز طلب جاہ و دولت نبود و قصائد بسیار کہ در حق مستنصر باللہ انشا کردہ
آنچنان نیست کہ شعرائے متعلق و چاہلوں در ستایش اہل دنیا وضع کنند بلکہ از تمامی
مراج دے کہ تا نفس اینچنین در حق مستنصر نوشتہ ثابت میشود کہ او را با کمال صدق و
یقین و غایت خلوص ارادت امام مقرر ض الطاعۃ میدہست

باجملہ سرگزشت حکیم از آنوقت کہ سفروے پاپایا رسید تا آن زمان کہ مہرم خراسان
اورا بہ زندقہ و الحاد متہم کردہ بقصد دے برخاستند و از آنجا گریختہ بکوشان بغداد
در پردہ احتفا است اگرچہ بعضے از وقائع نسبت بحکیم چنان نوشتہ اند کہ میتوان گفت بعد از
سفر مغرب و جلای وطن مراد او دواہہ باشد چوں رسیدن بہ بغداد و گیلان و رستم دار
و مدتی با علمائے آن دیار بحث کردن و ہنگام مراجعت بصحبت شیخ المشائخ ابو الحسن خراسانی
فائز شدن و بدوست شیخ بیعت نمودن و چند مدت در خدمت ایشان روزگار گزارانیدن
و امثال ذلک اما ایچ ازینہا در نظر تحقیق و ثوق را نشاید بہر حال منشائے خلاف اہل خراسان
را بعضے چنین نوشتہ اند کہ او را کتابے است ششے بہ روشنائی نامہ کہ از آفرینش عالم و
حقیقت روح و اسرار تکوین در آن کتاب سخن راندہ است و عرفا سرودہ کہ بر زمانہ و الحاد و حال
و حالات دارو ازین سبب خلطے برخلاف او کمر بستند و چون دیوان او را ملا خطبے کہ نسیم

هم چیزهای بسیار ازین قسم میباشیم. بجز از حشر جهانی استبعاد میکند و جائی دیگر برودن
کائنات خروید میگردد و همچنین هرگونه وسایل و خطرات که بر خاطرش میگذرد با کمال بی باکی
و آزادی حواله قلم میسازد. اما اینهمه چیزهاست بایست سبب انکار مردم شود. چه سنت مسمومه
شعرای ایران زمین است که غالب اوقات برخلاف قانون شرع نعمه های خارج آهنگ
سرایند و با خدا و اهل خدا شوخیها کنند و چون اکثر اقوال ایشان از عالم حال باشد اهل شرع
حل برینزل کنند و بگویند *مَا كَا يَفْعَلُونَ* ایشان را معذور و راند بعضی دیگر گفته اند
که او از علم غریبه و تلخ سخن میگفت و مقالات او از فهم علمای زمان بلندتر و واقع شده لاجرم
در طویل خاص عام از او وحشت پیدا آمد و قصد او کردند پس از خراسان سفر کرده بجانب بلخ رفت
و آنجا نیز متواری بود تا آخر بکوستان بدخشان افتاد. این سخن چند آنکه خور کرده شود هیچ
استبعاد ندارد. چه در طبقه از طبقات اسلام جمعی که خلاف جمهور حشر بر زبان آورده اند
از دست فقهای زمان چه چنانکه که کشیدند و چه بلامانکه ندیدند. اما و راه این همه هباب
سبب دیگر بود که سائر اهل خراسان را از جا در آورده. خاندان شاه در روضه الصفاء بهر حقیقت او
صاحب حبیب السیر و دیستان المذهب نوشته اند که "امیر ناصر چون از مصر مراجعت کرده
باز بخراسان رسید مردم را بخلاف مستنصر و روش اسمعیلیه دعوت میکرد. اعدا قصد و
کردند. خوف و هراس بر او استیلا یافت و در حیل از جبال بدخشان پنهان گشته بت سال
بر آب و گیاه قناعت نمود. هر چند در سفر نامه دلیله روشن برینمی یافتم نمیشود. اما چنانکه
بالا ذکر کرده شد از نقد انکار نمیتوان کرد که ناصر خسرو راه آورده که از مصر بابل وطن
آورد و محبت علویه مصر بود. و علی الخصوص از مناقب مستنصر بالله سینه دول بر نداشت
بسی از قصائد طول درج وے انشا کرده و هم در سفر نامه عدل و ادول را پیش ازین ستایش

نموده. و چنانکه از مضمون قصیده مذکوره اصرار متبادر میشود میباید به دعوت روش اسمعیلیه
و نشر مناقب ایشان اقدام کرده باشد. و نیز در یک قصیده فخریه بدین مطلب اشعار کرده است
جائیکه میگوید

ازیر انظیرم کے در نیاید کہ برائے آل ہمسیر بنظیرم
نہیں فخرم آل کہ امام زمان سوائے عاقلان خسراں بغیرم

پس علمای خراسان و ماوراءالنهر که با خلفائے بعد ادعایت عصمت داشتند و علویه مصر را فاعل
خلافت و ضال مفضل سے شمرند استند این صدای غریب را گوش کرده با حکم در آنجمنه باشند
ایمانی ملک و ولایه عمد را بخلاف وے بر گنجینه حکیم نیز در بعضی اشعار خود دشمنی اهل خراسان را
بر دوستی اهل بیت بنانداخته است جائیکه میگوید

گرچه مرا اصل خسراںی است از پس پسری و می دسری
دوستی محترمت و خان رسول کرد مرا مسکی و مازندری

راس و رئیس مدعیان حکیم یک مفتی خراسان بود خفی المذهب و دیگر عالم بلخ که در اکثر اشعار
وے روئے شکایت با ایشان است و قصائد بسیار که درین خصوص گفته است دلالت دارد
بر اینکه تا آخر عمر از دوری وطن و جوارانی وطن میسناید و شب روز فریاد و ناری میکرد. و در
اشعار خود با ولایت خراسان خطاب کرده میگوید که "اے خراسان اگر حال تو بے من مبارک و
سیمون است بارے احوال من بے تو درگون است. مرفرومایگان که از نماز خویش ساهون باشند
از خانها بر تاندند. همانا که از دوقالی بشامت این فرومایگان خشم خود بر خراسان باریده است که
او باشه چند بے خان و ماں امروز و آنجا خان قانون شده اند. آسے دنیا بهشت کافر و زندان
مؤمن است و ازینجا است که تو را سے حاکم بلخ و بلخ چون بهشتی دمن در میان مجوس و سجون اندام

تو از جمل مد ملک همچو فرعونی دین از علم در زندان مانده ذو النونم - و نیز میگوید - اگر اکنون فلک
 رام من نیست هیچ غم نباشد که مدتها رام من بوده است - اگر تن من از گلشن دور است گویا ش
 چرا که از دل پر شکست در گلشنم - مرا برگرشکی صبر کردن خوشتر از آن است که طعام از دست و پا بجا
 و ریایم - اکنون بر آن سرم که از این چاه زشت و زلف که مرا از دنیا با شد بالا روم و سو بشت
 عدن یکے نزد بانی برنم که یک پای از صلوة و پای دیگر از صیام داشته باشد یکچند مرد و چنگا
 ملک و مجلس سلاطین میدیند - اما اکنون از گردش روزگار پذیرد دیگر گشت ام که گوی خود
 آن آب گل ندایم که پیش این دشت - چون فلک با من اینگونه بازیها کرده است بنا بران
 از خالص ادول پرازدین دارم - و بر آن سرم که از و کین خود بکشم و امید دارم که مستنصر باشد از خدا
 بر او لیاے شیا طینم نصرت دهد - و آن زمانه یوفانی پیشین من باز پیش من بنده شود و فرود
 بغیر دولت مستنصر مجلس جزو کنار جزو انیایم - و دیگر از این نوع گله مانے در دمنده در دیوان
 اشعار بسیار است چنین مینماید که عقیدت مستنصر باشد و ذوقے که در نشر فضائل و محامد
 داشت بر حجت جاه و دنیا طلبی او غالب آمده بود - چه بآنکه ملک بر خلفا و کمر بسته قصد ملک
 او کردند و از خان مانش برانند و جاه و اعتباریکه در دولت عهد دشت بجای از دست داده بود
 باز تا دم آخر این ترانه و کس خاموش نشد - اگر چه آن همه جد و جهد او در ایام حیات وے
 کارے از پیش نبرده و در باد می نظسته و موب آن مترتب نشده اما در نظیر رستم آتش را که بعد از
 وفات وے بسی حسن صباح از مالک خراسان سر برزده و تا مدت بعد سال از پانہ شسته
 اثر همان افکار افسرده باید پنداشت که ناصر خسرو و مدلهای مردم نهان گذارشته بود -

مع بقصر بعد از آنکه امانی وطن با او مخالفت و ندیدند از خراسان گریخته جزو یگان
 که از اعمال بدشان است و او خود را بدان نسبت نیکی گفته است شتافت و سالیان را در تافن

و اینهم همدانجا بود و بعد از وفات همدانجا مدفون گشت - گویند مردم آن نواحے با حکیم عقاد
 زیاد دارند و مرقه او را تعظیم و احترام بسیار میکنند - بعضے او را سلطان مینویسند بعضے
 شاه و بعضے امیر و حکیم - و درباره مذہب اعتقاد وے اقوال مختلفه رقم کرده اند رضا قلیخان در
 مجمع الفصحاء او را بزمذہب حق گفته است که پیش وے منحصرو طریقہ اثنا عشریہ است - اما این
 سخن خیالے پیش نیست - در سفرنامه هر جا که شیعیان را ذکر کرده است چنان مینماید که از این طائفه
 اجنبیت تمام دارد - یکجا مذکر بعضے مواضع شام میگوید - قبرانی هر چه آنجا است بیرون شهر
 در جانب قبله اما کسے آنجا زیارت ننو اند رفتن که مردم آنجا همه شیعه باشند و چوں کسے آنجا
 زیارت رود و کو دکان غوغا کنند و غلبه بسیر آتش بند و رحمت دهند و سنگ اندازند - ازین سبب
 من نتوانستم زیارت آن کردن - و چارلس شیفر در ترجمه فرسادیه عیش چند بیت از حکیم متضمن
 انکار حشر جهانی و جواب آن از محقق طوسی نقل کرده است و از جواب که محقق نوشته پیدا است
 که او حکیم ناصر از مؤمنین صادقین نمیدانست و آن ابیات دین است (ناصر خسرو)

مرد کے را بدشت گرک درید زو بخور وند کرگس و ز غساں
 دین کے رید بر سر کسار داس دگر رید مد بن چا ماں
 انچیں کس بحشر زنده شود تیز در ریش مردک ناداں

(محقق طوسی)

ایں چنین کس بحشر زنده شود گر نمایند منصرفش جو جو
 ز اولیں باز نیست شکل تر تیز مدیش ناصر خسرو

اما نقد بسته قابل تسلیم است که پیشش خواجه معین الدین خواجہ که نورانش شری در
 مجالس المؤمنین گفته مذہب تشیع دشت و با آنکه در دیوان ملک شاه سلجوقی لازم بوده باز تفتیه

نیکو کرد و علامہ بر طریقتیہ اثنا عشریہ سلوک سینمود۔ ولکن قاضی موصوف کہ بیچ صوفی و حکیم را
در مجالس المؤمنین از خلعت تشیع محروم نگذاشته در حق ناصر خسرو بیچ نگفته است۔

دولت شاه سمرقندی میگوید کہ ناصر خسرو را بعضی عارف و موقر و بعضی دہری طبعی گفته
اند۔ و گویند بہ ناسخ۔ و نیز میگوید کہ صحبت شیخ ابوالحسن خرقانی را رسیدہ بہ تہا بہ ریاضت و
تصفیہ باطن مشغول بود۔ اما بیچ ازین سخنان تا بہ شہادت مقرون نباشد قابل وثوق نیست و
صاحب روضۃ الصفا و حبیب السیر اور از اسمعیلیہ محسوب داشتہ اند۔ و صاحب بستان المذہب
با وجود این نسبت اورا بیچ دستایش نیز کردہ و بغایت عقیدہ اموی شریعی دانودہ است۔ و حق
آنست کہ تا ہنگام مراجعت از مغرب بر طریقتیہ جمہور اہل سنت سلوک داشت و اکثر از عبارات
سفرنامہ بر معنی دلالت میکند۔ جناب عائشہ صدیقہ و عمر فاروق را بہ ادبیکہ شاعرستان است
نام بردہ است و سائر مناسک حج بروفق مذہب اہل سنت بیان نمودہ و بعضی از اشعار او
ام کہ حضرت صدیق و فاروق و ذی النورین را بصدق و عدل جیاستودہ است۔ اما شک نیست
کہ در زمان اقامت مصر کہ سہ سال طول کشید و با مردم اسمعیلیہ معاشرت و مصاحبت اتفاق
افتادہ انقلاب عظیم در خواطر و افکارش راہ یافتہ۔ و اگر بیچ گوئیم اینقدر خود میباید تسلیم کنیم کہ رو
اسمعیلیہ را بدیدہ انست و خلافت فاطمین را در برابر خلافت عباسیہ بہ استحقاق نزدیکتر
مے پنداشت و علی مرتضی را بر خلفا کے ثلاثہ تفضیل میداد و ائمہ اہل بیت را سرچشمہ علم باطن
و خازن اسرار شریعت میدانست و نیز مہذب مذہب کہ از ائمہ مجتہدین نبود۔ و تقلید
اہل تقلید را با جہاد و اشعار خود نکویش کردہ و بلادہ آن بعضی از معتقدات خاصہ اسمعیلیان
نیز از کلامش استفادہ میشود مانند قول بے نفس کلی کہ آنرا مصدر کائنات دانند و دین عقیدہ
از سائر فرق اسلامیہ متغیر و اند کہ اہل اصل از اقیامات عقائد ایشان است و ناصر خسرو در مہذب

چنان فرمودہ است۔

ترا نفس کلی چو بشناسی اورا نگہ دار و از جہل و عصیان انسیاں
کل از نفس کل یافتست آن غنایت کہ تو خوش منش گشتہ زان شادیاں
زروسیم و گوہر شد در کار کان عالم چو پیوستہ شد نفس کلی بارگاہ
دیگر چیز ماے بسیار ازین نوع در دیوان اشعارش میتوان یافت اما چنانکہ اہل خراسان گمان
کردند ہرگز از بیچ تویم اسلام تجاوز نہ کردہ و بر اصول اسلام از توحید و رسالت و معاد قائم
و اسسین ثابت قدم بودہ۔ چنانکہ میفرماید۔

بنالم تو اسے قدیم تدبیر ز اہل خراسان صغیر و کبیر
چہ کردم کہ از من رسید شد بے خویش بیگانہ بر خیر خیر
مقدم بفرمان پیغمبر است نہ انباز گفتم ترا نہ نظیر
بانت درسانید پیغام تو محمد رسولت بشیر و نذیر
نیاد و قرآن پیغمبر است مگر جبریل آن مبارک سفیر
مقدم برگ و بحر و حساب گناہت ز بردارم اندر ضمیر

این است خلاصہ آنچه متعلق بہ مذہب عقیدہ حکیم از کلام خودش مستفاد میشود۔ و در ثنوی
منظر العجائب کہ منسوب بہ شیخ عطار است قدس سرہ فضائل مقامات وے آنچنان مذکور شد
کہ میباید اورا در مہر عرفا و واصلین منسلک ازند۔ اما چوں در تذکرۃ الاولیاء کہ از حقیقات عبقر
حضرت شیخ است اشعارے بذکر حکیم نرفتہ۔ گمان میرود کہ ثنوی مذکور از لمحات باشد
چہ معتقدان ناصر خسرو ازین قسم سخنان در حق وے بسیار تراشیدند۔ زکریا ابن محمود قسری
در جغرافیہ خود کہ آثار البلاد و اخبار العباد نام دارد و بارہ اوچان نوشتہ است کہ در عمدہ

حسام الدین ابوالمہدی ابن نعمان حاکم طبع چوں مردم از نو خرفت شدند بجانب میان کثافت و
در آنجا بے نیروی و شکستہ کہ در علوم غریبہ و تسخیر روحانیات داشت قلعه مانع منہج و ایوان کا
رفیع برپا کرد۔ همچنین در مذمت نامہ کہ بحکم نسبت کردہ اند۔ وجاہی لطف علیخان اذہن جلیع
تذکرہ آتش کہہ و بعضے دیگر تذکرہ نگاران در ترجمہ حکیم خرازا اول تا آخر نقل نموده اند۔ ازین نوع
دہستانہائے بے معرین بسیار است کہ بچ با عقل و عادت و تلخی و جغرافیہ آشتی ندارد۔ و در جاکا
بسیارسانی قول حکیم است۔ مثل آنکہ در مصر و بغداد و گیلان و بدخشان ہر جاکہ رفتہ علی الفور بوزارت
اختصاص یافتہ و بر جمیع امور مالی و ملکی متصرف گشتہ۔ چہ انہیں قسم اتفاقات بعلاوہ آنکہ سفرنامہ
مکتوب آن میکند۔ خلاف عادت روزگار نیز باشد۔ یا آنکہ روحانیات را تسخیر کردہ بہر کار یکج
میخواہد۔ مامور میداشت و آنہا در طرفہ العین آن کا مطبوعہ انجام سے رسانیدند حتی آنیکہ یکجا
مرتجخ از آسمان فرود آمدہ بر حسب خواہش حکیم سیمہ نظرا بقتل در آمد۔ یا مانند رسیدن حکیم
از مصر بہ بغداد در عہد القادر باشد کہ با تلخی بیانت کلی دارد۔ چہ وفات خلیفہ موصوف سال
چار صد و ست و دو و مراجعت ناصر از مصر در سال چار صد و چہل یک اتفاق افتادہ۔ یا آنکہ
در بعضے از مجاہدین عراق فارابی را در محبت حشر و نشر الزام صریح دادہ بود و حال آنکہ تاریخ ازین معنی
ایا میکند۔ زیرا کہ یکجس از مشاہیر اسلام غیر از ظہیر الدین شاعر کہ مارج قزل ارسلان است بقرب
فارابی شہرت نہ داشتہ و او اصلاً متعاصر ناصر خسرو نبوہ۔ چہ وفات او بعد از وفات ناصر خسرو
بیک صد و ہفترہ سال واقع شدہ است و اگر گویند کہ مراد از فارابی حکیم ابو نصر فارابی است۔ پس
غلطی آن ظاہر تر است زیرا کہ ابو نصر ز او اہل مائتہ را بہ از دنیا رحلت کردہ و ناصر خسرو در او آخر
قرن نہ فلو طاعت ہستی پوشیدہ پس موصرت چگونہ صورت بینند و با قطع نظر از اہل اہل ابو نصر از
فاراب است نہ از فارابیاب۔ یا آنکہ روحانے را چوں بر ہلاک بادشاہ ملاحدہ در گیلان بر گجاشت

و حال او متغیر گشتہ مشہر بر ہلاک شدہ خود است تا بحالہ اگر گیلان بیرون رود پس از ہر ملک
خصت طلبید تا گیا ہمیکہ آن مرض را علاج بود و در صحرائے دمشق یافت میشد و در دمشق رفتہ برا
ملک بیار و حال آنکہ مسافت در میان گیلان و دمشق کمتر از ہزار و پانصصیل انگلیسی نخواہد بود۔
و بعلاوہ اینہمہ تر مات و باطل وجود ملاحدہ در ایران چنانکہ در سالہ مذکور تصریح رفتہ است ہرگز
در عہد ناصر خسرو نبوہ۔ چہ حکومت اسمعیلیہ مشرق کہ من بعد ملاحدہ و باطنیہ۔ و سوم گشتند در
مالک ایران در سال چار صد و ہشتاد و چار بوجہ آمدہ است و آنوقت ہر وفات ناصر خسرو سال
گذشتہ بود۔ و اما تسمیہ ایشان باسم ملاحدہ پس او آخر قرن سادس واقع شد۔ همچنین چہرے
بسیار حدیں رسالہ آنچنان است کہ در نظر تحقیق بچوے نے اند۔ صاحب بستان المذہب در حق
از رسالہ میگوید کہ بعضے از جہال مذمت نامہ از باب مہاشہرت با اسمعیلیہ آلوتیہ ساختہ اند
و حال آنکہ او بلع اسمعیلیہ مغرب است با آلوتیہ موافقت و مصاحبت نہ داشت این بہت آنچند
باب ناصر از اسمعیلیہ شنودہ و در کتب تواریخ دیدہ شدہ۔

غالب آنست کہ بعد از وفات حکیم بعضے معتقدان او چوں دیدند کہ فقہائے زمان او را
بہ زندقہ و الحاد متہم دارند و بیکی از یو اد نہ کنند۔ آنوقت این افسانہائے بے سرو بپوش وضع کرد
باشند۔ چہ اکثرے از مقدمات کہ در مذمت نامہ مذکور تمہید یافتہ اہلے ساحت حکیم از الزامات
علماء و فقہائے آن زمان میکند و چوں عادت پیشینیان آن بود کہ ہر کار برگزیدہ در گاہ اتی
وایستہ و نہ ہیں بزرگ و صلح و تقوی و صدق و عدالتش قانع نمیشدند۔ بل بہ امور یکہ
فوق عقل و العادہ باشند نیز متصف می ساختند۔ لاجرم قصہ مانے فکر و افسانہائے غریب
میانہ طرح نمودند۔ اما با آنہم ظہانی تاکہ مذکور شد بعضے از وقائع صحیحہ متعلق بہ سیرت حکیم ازین لہ
الہ الموت نام قلمو است در خراسان کہ ابتدا تسلط اسمعیلیہ مشرق را آنجا شدہ و ازین سبب اسمعیلیان ایران آلوتیہ خوانندہ عالی

استخراج میتوان کرد۔ از انجمله یکے نوشتن تفسیر و مرقآن مجید است موافق اصول مذہب اہل بیت علیہ السلام
از سال مذکور سبب ارتکاب این فعل چنان معلوم میشود کہ چون در قلمرو ملاحظہ رسید و ایشان برادر
دست یافتند۔ بادشاہ ملاحظہ او را برین کار مجبور ساخت و در صورت استناعت بقتل تهدید کرد
پس خوف تلف نفس رخصت شرع بر نوشتن آن اقدام نمود۔ اما چنانکہ بالا ذکر کردیم آنوقت طائفہ
ملاحظہ در مشرق زمین بسیج وجودی نداشت پس معلوم شد کہ تفسیر مذکور در حالت اختیار نہ
از دوسے اضطرار نوشته بود و نہ تہا بنام ناصر خسرو و نہ تہا در ہشتاد و نہ کہ در صد و
ابر اس نفس حکیم از طعن ستمیہ بابت باشد چہ ضرر و ر بود کہ تفسیر مذکور را با او نسبت میکرد۔

اکنون باز بر سر سخن میگردیم۔ در تاریخ وفات حکیم نیز مانند سال ولادت او اختلاف کرده اند
دولت شاہ سمرقندی میگوید۔ در سال چارصد و سی و یک اتفاق افتادہ اما سفر نامہ دوسے
بر بطلان آن گواہی میدهد۔ چہ سفر مغرب خود در سال مزبور واقع نشده بود۔ تا سفر آخرت چہ
و طاسن لیمیل در منقول التواریخ ۸۳۰ چارصد و چهل و یک نوشته است۔ این قول نیز چہ
قول سابق درست نیست چہ برین تقدیر لازم می آید کہ مدت حیات او اندر چهل و ہفت سال
نباشد و لاکن قصیدہ کہ در شخصت و دوسالگی گفته در دیوان اشعارش یافتہ ایم۔ و این دوسال
از انجا نقل میشود۔

گر تنم از گلشن دور است من از دل پر حکمت در گلشنم
شخصت و دوسال است کہ کوبد ہے روز و شب بیاں گردون رنایم

صاحب حبیب السیر میگوید کہ ایام حیات ناصر بقیدہ صاحب تاریخ نگذیدہ از صد سال متجاوز بود
و صاحب مجمع القصصا گفته کہ یک صد و چهل سال عمر یافت و در ۳۳۰ بعالم باقی شتافت و با
شیخ رئیس ابو نصر ملاقات و مقالات نمودہ۔ اما اینہم اقوال از پیروی صحت عاری و از زیور تحقیق

عالم است و صحیح ترین اقوال آنست کہ حاجی خلفا در تقویم التواریخ نوشته و آن سال چارصد
ہشتاد و یک از ہجرت خاتم الانبیا است (علیہ التحیۃ و الشہادۃ) و نیز ازین کتاب معلوم میشود کہ
وفات حکیم ناصر خسرو و ولادت جدنا شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری ہر وی در یک سال واقع
شدہ و برین تقدیر حکیم ہشتاد و ہفت سال برے آید۔

از مصنفات حکیم یکے روشنائی نامہ در نظم و دیگر کنز الحقائق در شہرت دار و اہل باب
ملاحظہ میکنیم اور غیر ازین نیز تصنیفات بسیار است از انجمله یکے کتاب النہایت فی زاد القیامت
در لغت تازی است کہ چارلس شیفر در ترجمہ خود ذکر آن میکند و میگوید کہ ناصر خسرو در این کتاب
انہارند است و انفعال از ذلالت و خطایاے خود کرده است و در بادی النظر چنان مینماید کہ بنیاد
آن بر خیالات بحث افکار لا محالہ است اما اگر بغور دیدہ شود بعضی افادات جلیلہ و اقیقہ نیز از آن
استنباط میتوان کرد۔ و میر تقی کاظمی آنرا از تازی بہ پارسی ترجمہ کرده است۔ و صاحب کلمہ
از جملہ کتابہاے او در نظم کتابے موسوم بہ سعادت نامہ نشان دادہ است۔ دیگر احوال این
بیچہ نوشتہ۔ و در ضمن رسالہ کہ سخن در تغلیط آن بالا گذشت۔ مصنفات عدیدہ با حکیم نسبت
شدہ است چون کتاب مستولی در فقہ و زاد المسافرین در معقولات و قانون عظم و دستہ الامم
و تفسیر قرآن مجید و امثال ذلک۔ اگر چہ مضمون این رسالہ اصلا قابل التفات نیست اما غالب
آنست کہ مردم آنوقت این کتابہا را از افادات حکیم میدہستند و نہ نسبت چہرے کہ در وجود
نباشد با چہ کسیکہ علما منکر او باشند۔ چگونہ صورت ہے بست۔ و حکیم نیز بر بعضی ازین کتابہا
در شعر افتخار کرده است۔ چنانچہ میفرماید۔

ز تصنیفات من زاد لسانہ کہ معقولات را اصل است قانون
اگر بر خاک افلاطون بخوانند شاخو اند مرا خاک سلاطون

و دیگر از افادات و سے این سفرنامہ است کہ در دست داریم و الحق کہ بسیار مستحق
 مَح و ستایش است۔ سادگی الفاظ و راستی بیان کہ دریں سفرنامہ دیدہ میشود گواہ نمیشود
 است کہ صنعتی بجز و مبالغہ مانے در آن کار کہ من بعد در منشآت ایران بکلی راه یافته
 تا قرن فامس بیچ وجود نہ داشت۔ در تمامی سفرنامہ کمتر واقعه برخلاف عقل و عادت ذکر
 کرده است۔ و اگر چیزے ازین قبیل سموع اتفاقہ بضرورت روایت کرده عمدہ آن برای
 گذاشته است۔ در ذکر ادبی جنم کہ در فلسطین است میگوید۔ "مردم عوام چنین گویند کہ
 بسیراں دادی شود آواز دوزخیاں شنود کہ صد اذ آنجا برے آید۔ من آنجا شدم اما چیزے
 نشنیدم۔" و در آخر سفرنامہ چنان تصریح کرده است کہ "این سرگذشت آنچه دیدہ بودم
 برستی شرح و ادم و بعضے کہ بر دایت شنیدم اگر در آنجا خلاصے باشد خوانندگان ازین ضمیمہ
 ندانند۔ و مواضعات و کموتش نکنند۔" ہر چند در ہر واقعہ مودقانہ نظر کردن و با سبب نتایج
 آن و ارسیدن و از جملہ مشاہدات حوادث منجبتہ را التقاط نمودن و حوادث عقیقہ را از میان
 انداختن و از رسوم و عادات امالی ہر ملک خصائص ایشان متفقانہ سخن راندن کہ امر و در
 روزنامہ مانے اروپا دیدہ میشود دریں کتاب کمتر است فاما در زمانے کہ این روزنامہ قلم
 شدہ علم و معرفت مردم در دائرہ بغایت تنگ محدود بودہ و سرمایہ آنکہ ہر باب را سے میتوان
 زد از آنچه مشاہدہ رود و با سبب نتایج آن پے میتوان برد در دست نہ داشتند۔ پس ہر قدر کہ
 از قلم ناصر خسرو دریں زمانہ تراوش یافتہ مزیدے بر آن متصور نبود۔ و مع ذلک تا امروز
 در زبان پارسی این نوع گذارش واقعات و تصویر مشاہدات ہرگز دیدہ نشدہ۔ با تامل این
 سفرنامہ نیز مانند سایر تصنیفات حکیم دریں ممالک ندرتے تمام داشت و دریں جزو زمان جز
 در کتاب خانہ سردہ مورخان روزگار جناب مستطاب نواب ضیاء الدین احمد خاں بہادر

و بلوی رئیس لوہار و بیچ جا دیدہ نشدہ۔ اما سال ہزار ہشتصد و ہشتاد و یک سہی چارس شریف
 نام یکے از افضل اروپا توسط بعضے از شناختگان دولت انگلیس آن نسخہ را از آنجا طلب
 داشتہ و در لغت فرانسی ترجمہ کردہ اصل ترجمہ ہر دو را در محروسہ باریس در الملک فرانسی طبع
 ساختہ است جنین مینماید کہ اکثرے از مورخان و تذکرہ نویسان کہ در مصنفات خود تذکرہ حکیم
 پرداختہ اند ازین سفرنامہ بے خبر بودہ اند حتی آنیکہ میکس اور اور عبد طغرل یک و چتریک نشان
 ندادہ و بسیارے از واقعات برخلاف این سفرنامہ نوشتہ اند۔ و بعضے از ایشان کہ سفرنا
 را از جملہ تصنیفات و سے شمرودہ اند غالباً آنرا بچشم خود ملاحظہ نہ کردہ۔ و آنچه حکیم در سفرنامہ
 سفر مشرق ظاہر نمودہ معلوم نیست کہ از قوت بفعل آمدہ یا نہ۔ اما بعضے عبارات این سفرنا
 پیدا است کہ در لاہور و ملتان رسیدہ است +

از مطالعہ این کتاب ثابت میشود کہ نویسنده آن بہ علم و فضل و تفحص نظر و راستی گفتار
 و متانت بیان و ذوق تحقیق موصوف بودہ و اگرچہ در او اہل حال ہم تقاضاے بن و ہم حکیم
 اسباب تنعم عفاف و تقویٰ کمتر داشت و بر شرب خمر و مہو طلبت میکرد۔ فاما در آداب و عہد
 شباب بتوبہ و انابت موفق شدہ ترک شمت و جاہ گفت و برد و لب علم و ذخیرہ دانش یافتہ
 کردہ و اسن از تعلقات روزگار برچید۔ و برخلاف مشایخ عہد ماکہ ہر گوشہ مسجد و زاوۃ خانقاہ
 سیر انفس و آفاق کنند و از کج عزلت پابیزون نکشند مردانہ بر سفر بلا و امصار و مشاہدہ عجایب
 قدرت آفریدگار کرمیت برست +

و حکیم موصوف را دو دیوان اشعار است یکے عربی و دیگر پارسی۔ دیوان عربی را صاحب
 سلمہ این نسخہ در محمد جلال الدین محمد اکبر بادشاہ بہ کتاب درادہ و دستے در کتابخانہ خان غلام مرزا بہ کفایت محفوظ
 ماندہ کہ یکجا مایشیہ بقلم خود ثبت فرمودہ است و آن متعلق بہ تجدید سبیت مسجد نبوی است کہ در ششہ عمری واقع شدہ عالی

تذکرہ مجمع الفصحاء از جملہ تصنیفات دسے شمرده است و دیوان پارسی که مشتمل است بر چندین ہزار
بیت در ایران چاپ شدہ بین الناس متداول است۔ و در قلم این سطور مجموعہ منتخبہ انان ہنگام
تحریر این اوراق از کتابخانہ سابق الوصف بدست آورده است۔ و سے عبت تخلص میکند
اجنانا ناصر و ناصر و نیز بحسب ضرورت در شعرے آرد۔ غالب اشعارش قصائد و مقطعات است
و مخفیش با سخن عامہ شعر ایچ نیماند۔ در یک بیت ندیدہ ام کہ از عشق و جوانی حرفے گفتہ یا بچ
اہل دنیا بلے آودہ باشد۔ مجموع دیوانش مشتمل بر مناقب قدسہ رسول و ولایت امام و مختصر بیان
و مواظظ و حکم و اسرار تکوین و مشکلات ابنائے نساں و ذوق علمائے ظاہر است و غالب اشعار
در بحر و غریبہ قلیلہ الاستعمال گفتہ۔ اگرچہ عامہ گفتار ش نہک کمتر دارد۔ ابلاغت شاعرانہ را
باجزالت حکمانہ جمع کردہ۔ و قدرتی کہ بر افائے مطالب عالیہ و در نظم داشتہ در شعر دیگران
ہم نتوان یافت۔ قدریسیرے از کلامش در اینجا نقل میشود۔

در نکویش ابنائے روزگار

گوئی مرا کہ جوہر دیوان آتش است
جز آدمی نر از آدم و دین جہاں
دعوی کنند آنکہ بر ایم زادہ ایم
خویشی کجا بریم کہ از بہر نعمت
نہ کافرے بقاعدہ نہ مومنے بشرط
ہاں تا ازین گردہ نباشی کہ در جہاں
آں ستیاں کہ سیرت شان بغض چیرہ
دیوان این زمانہ از گل خستہ نہ
اینہا ز آدم اند چہر اجماعی خستہ نہ
چون نیک بنگری ہمہ شاگرد آند نہ
اینجا بر اصاں ہمہ خصم ہر اور نہ
ہم صحبتان من نہ سمان نہ کافر نہ
چون گاؤے خونخوار گرگان ہمہ پند نہ
حقا کہ دشمنان ابو بکر و عسہ نہ

و آنانکہ بہت شاں بہ ابابکر دشمنی
چون دوست اند چون ہمگی خصم خیر نہ
گر عاقلی ز بہر دو جماعت سخن گوے
بگذار شاں بہم کہ نہ افلح نہ قنبر نہ

در وصف قلم بطریق لغز

آں نزد تن لاغر گل خوار سیہ کار
ہموارہ سیہ نرشن بُترند ازیراک
تا نرشن نبرتری نہ کند میل بر فتن
چون آتش دو دست سیہ کار و لیکن
ہر چند کہ ز دوست سخنماں سیہ است
گنگ ست چو شد ماندہ و گویا چو روان گشت
مرغے است و لیکن عجبے بے پرا زیراک
مرغے کہ چو دوستت جنید بہ بینند
تیرے است کہ سوفاش ز رفتن پیش نہست
اقرار تو باشد مخفیش گرچہ روانیست
و شور بود بانگ تو از خانہ بہ دہلیست
در دست خود مند ہمہ حکمت گوید
راز دل من یارے یکسر ہمہ با دوست
اے مرکب علم و سخن حکمت۔ لیکن
ز دوست و نزار است چنین باشد گل خوار
ہم صورت ماست و بُترند سیر مار
چون نرشن بُترتی برو و زو نگوندار
این ز آب شود زندہ و ز آتش بمر دزار
گرچہ سخن خلق سیہ نیست بہ گفتار
زیراک جدانیت ز گفتار شش رفتار
خروش ہمہ قار آمد و رفتش بنقار
در جنبش او عقل ترازم دم ہوشیار
ہر چہ کہ ہر تیر سپس دارد سوفا
در دین کہ کسے از کس دیگر کند ہستار
آساں بود آوائے دے از بلخ بہ بلخار
جز ترا و نغاید ہمہ در دست بکسار
زیراک امین است و سخندان جے آزار
انگشت حسد و مند ترا مرکب را ہوار

۱۲

در پائے تو بسیار از دیبہ روی ہر چند کہ دیبائے ترافیت خسرید

در انجام کار دنیا

ناخبر و برابے میگذشت ست و لایعقل نہ چون میخوارگان
ویتہرستان و متہرز و برو بانگ برزد گفت کاے نظارگان
نمیت دنیا و نعمت خواہ ہیں اینش نعمت افیش نعمت خوارگان

در موعظت

تمیز و ہوش و فکر پنداری چون داد ترا خیرہ خیر باری
تا کار بند می آہم آلت را در غدر و مکر و حیل و طراری
دار برفت مخلص ازین عالم با او رفت ملک و جہان داری
بارے چون نگاری و دانش نہ گوئی مگر کہ صورت و دیواری
مردم زندہ و علم بود مردم نہ زین تین مصور و دیداری
تا خاموشی میان خسرو منداں مردے تمام صورتی و کاری
لیکن کہ سخت پدید آید کہ جان دول ضعیفی و بیماری
گوئی کہ از نژاد بزرگانم گفتاری آندی تو نہ کرداری
بے فضل کمتری تو ز کج شک گرچہ ز پشت جعفر طبری

خطاب بہ آسمان

کار و کردار تو ای گنبد نگاری نہ ہے جہم جز نہ مکر و ستنگاری
زن بد خورامانی کہ مرا با تو سازگاری نہ صواب ست نہ نیراری
نیستی اہل و سزا و استیلاش را نہ لگو ہش را نہ کہ نہ محشاری
زینہارے پس این گنبد گردان جز کیے کار کن و بندہ نہ پنداری
ما خداوند ترا خانہ گفتاریم گر تو اورا فسلکا خانہ کرداری
مور و مای را بر خاک و بدیاد نیست پنهان شدن از تو بہشتی
گرچہ نعمت و ایم طبعی اہل بندگی کن - بہ درستی و بیجاری
ایں یکے چاد و بیکار نہ بل گیرست چند گردی پس او بہ بیکاری
سیرت زشت نہ اند خور حارست سیرت خوبت کو گر تو ز حساری

بہ خوشے خوب چو دیبا و چو عنبر شو
گرچہ دشمن نہ ترا زدن عطار

ترجمہ بعض مقالات حکمائے اروپا از انگریزی پاری

- ۱- کیکہ اصلاً بگفتار نیاید مانند آنکس که هرگز لب از گفتار ندمند و خطاب را نشاید.
- ۲- خود پسندان را که هیچگاه جز پرستایش خود حرف نینهند لب از گفتار نتوان بست.
- ۳- نگوئی دیگران را ستودن خود را و نگوئی آنها شریک و اندون است.
- ۴- یک سخن طبیعت که بار بار بر زبان آید اصحاب را ملول سازد.
- ۵- کیک پیش اصحاب غیر از سرگذشت خود سخن نگوید اگر چه نفس خویش را فرب میسازد و لکن اصحاب را جز ملالت نمی افزاید.
- ۶- کیک عقل صعیف دارد و است گویند و اندش.
- ۷- پادشاهان بزرگان را به صفات که ندارند ستایش کردن ایشان را بگناهان تحریف و است.
- ۸- جوان که رهنمائے جوانی باشد مانند نابینائی است که نابینا را راه نماید بحمل که هر دو از پا در آیند یا به چاه در افتند.
- ۹- شرط دوستی دوست را بر عیب او مطلع گردانیدن است نه از عیب خود آگاه نمودن.
- ۱۰- کسانی که غریب ما خورده اند و چشم ما خیره نمایند چنانکه ما غریب دیگران خورده و چشم خود خیره نمایم.
- ۱۱- کسی که حال او موافق خواهش او باشد هر آینه خورسند و خوشدل میتوان گفت اما دشمنان نمیتوان گفت مگر آنکه خواهشهای خود را موافق حالت خود کرده باشد.
- ۱۲- کیک از دولت و قناعت و وسعت بیخ ندارد از سه رفیق و مساز محروم است.
- ۱۳- کیک بر خطای دیگران نمی بخشد و رخنه در آن پل می اندازد که خود را و از آن عبور می باید کرد.

چهار کس از خطاست و نیست

- ۱۴- هر کس فرزندان را دوستی و عنایت برآورد میگذارد که بیوه او پس از مردن او خوشحال و نافع البال باشد گوئی شانه سر بر راقطع می کند تا شلخ خشک را سر بر کرده باشد.
- ۱۵- زنهارد و دست چهارم آنکس نه شوی که پیش از تو سه کس را دوست گرفته هر سه را از دست داده باشد.
- ۱۶- عهده پیری بشایسته ترین وجهی بسر بردن جز خالصان را نیست.
- ۱۷- بر اکثری از خطائے دوستان که خورده نمی گیریم از برآورد آنت که آن خطا را بکار هیچ غلط نمی اندازد.
- ۱۸- حقیقت حال یک کس تفصیل و تسنن مشکل تر از آن است که احوال کا قه ناس را به حال دانسته باشد.
- ۱۹- عیبی که توانی از خود دور کنی در چشم تو جز بهتر نماید.
- ۲۰- هر دایمه که نفس در خاطر مردم بر می انگیزد و آخر در وقت از اوقات فرو می نشیند اما داعیه عجب خود پسندی و انما همچنان متحرک می باشد.
- ۲۱- کسانی که استغفار مال و دولت میکنند بسیارند اما کسی که ترک مال و دولت بگوید حکم عتقا دارد.
- ۲۲- در زندگانی دنیا بعضی از حوادث چنان واقع میشود که تا خوردن به تکلف احق نمایم بنویسم از سوز و عواقب آنها محفوظ باشیم.
- ۲۳- ستایش خلق را برادر بودن آسان ترست که از دوستی ایشان محفوظ ماندن چه آن به یک فعل پسندیده حاصل میتوان کرد و این جز به اجتناب از تمامی افعال قبیحه و سلاست.

اقوال نامرغیه صورت نمیتواند بست *

۲۴ - با هر که دوستی منیدید همواره بر دوستی او ثابت قدم باش *

۲۵ - هیچ فریب بدتر از آن نیست که کسی را امیدوار کرده باز تا امید گردانی *

۲۶ - هیچ چیز در چشم مردم خوش تر از آن نمیاید که کسی ممنون ایشان باشد و هیچ آزار در

گوش ایشان شایسته تر از آن نمیاید که نعمت شکر احسان ایشان سریند *

۲۷ - معنی خوشایند آنست که کسی را بجا سنی که ندارد موصوف گردانند پس دانا باید به سخن

خوشامدگویی از جان خود بل بصفاتی که به دروغ بر روی بسته اند خود را بحقیقت متصف گرداند *

۲۸ - علی که تحصیل آن واجب است تقلید نیک کرداران است و پس *

۲۹ - بر دیگران خشم نبرد گرفتن آسان است اما بر خنده گیری دیگران صبر نمودن دشوار *

۳۰ - رازیکه با دیگران در میان می نهد و دیگران را تکلیف اخلاقی آید بدد *

۳۱ - کیک نسبت کبر به دیگر می کند به یقین و آن که خود متکبر است *

۳۲ - چند آنکه می بینیم بیچکس از کبر خالی نیستیم گوئی این خصلت چون اعضائ بدن در

هر کس از بیرون آنفسریه اندامها و ویست از تنگ عیبها که دارند متاثر می نشوند *

ترجمه تهذیب بعضی از مضامین نفیسه محاسن الاخلاق مرتبه جابجانی بهائیه

مولوی کاظم مرحوم از اردو در پارسی حالت ایران

کبر و خود پسندی

طبع انسانی چنانکه مایل به کبر و خود پسندی است به هیچ یک خصائل نیست. این صفت در هر کس

بزرگ دیگر جلوه میکند و هر چنانکه جدا گانه ظهور می نماید تا بحدی که گفته اند مغرورترین مردم

آنست که از این صفت بر ابرت خود میکنند و از عجایب خواص انسانی آنست که با آنکه بیچکس از

شائبه این رفیلت خالی نیست هرگاه اثری از آن در دیگران مشاهده می شود برایشان نفرین

می کنند و زبان طعن را می سازند و تعجب بر تعجب ظاهر می نمایند *

بعضی از حکما گفته اند که متکبران و خود پسندا را بیچکس دوست نیست باشد زیرا که

دوستی را مساوات طرفین شرط است و ایشان بر مساوات کس راضی نمی شوند همچنین بیچکس

ایشان را ناصح نمیتواند شد چه ناصح باید در مرتبه از مخاطب افضل تر باشد و ایشان فضیلت

و برتری کس بر خود منظور نیست چنانکه قیامت است و عیطل نسبت به نخاص میشی می نماید همچنان

مرد متکبر خود را در نظر خویش نسبت آنکه در چشم دیگران است بالاتر و گرانقدر تر می سجد *

چون خوشامدگوییان چالپوسا که را دوست نمیدارد و یا بزرگان عداوت و از خود ان نفرت داشتند

و همسران را حقیر شمردن قاعده دوست *

حکیم گفته است که "عاتلان لباس را با اندازه بدن سازند و متکبران بدن را در خود

لباس یعنی آنها چنانکه هستند همچنان خود را ظاهر می کنند و اینها از آنچه هستند بزرگتر و اینها

مرد باید گاه گاه در اوقات فرصت بحال خود پرداخته می اندیشیده باشد که وجود این بیکر

خالکی که هست به انسان است با این فضائ بے پایاں که مشتمل بر عوالم بے شمار و مترامنه

زمین در عرصه آن هیچ در حساب است چه نسبت دارد ؟ همانا چو گردد موهوم که بهر اهی

چرخهای ارباب بے اعتبار در گردش باشد روز و شب و شام و بگاه بے قصد و ارادت

با هوای جوئی قص کنان چرخ زنان می رود و مانند سدا که از تار طبله و خیز و در می بجز

بیکران پیوسته در شناس است پس چنین را که حقیقت او انچنین باشد که می رسد که تاج خود

بر سر نهاد بر انبائے جنس خود که زود با ایشان در خاک گور بر خواهد شد برتری و تفوق
آیا نمیدانند که او نیز چوں سائر بنی نوع خود با نوع عیب خطا گرفتار و بغایت سگت موصوف است
و عارضه از عوارض بشری چوں ملال و کلال و خوف و رجاء شادی و غم آسپخان نیست که بد
عاض نشود و قوتیکه بیمار شود چوں دیگران بچاره و علاجش احتیاج می افتد هرگاه که خواهد بود
چوں بچارگان و سکیان زیر خاک پنهان کرده خواهد شد چوں صورت برین منوال است
چیز لائق تر به شان او غیر از تواضع و فروتنی و عجز و انکسار نباشد پس آدم خاکی نهاد باید
کینه گاه نفس بر صدر باشد که بچاره را بصد گونہ ریودنگ فریفته از آنچه هست برتر و بزرگتر
در نظرش جلوه گر میسازد چنانکه در غلظت است گفتار احکامات کند که چوں از وعظ و تذکیر فارغ
شد از بالائے منبر فرو آید و سامعین بر فصاحت گفتارش صدائے تحسین آفرین از چار
بلند کردند گفت اس عزیزان دیگر بوج و ستایش شما حاجت نمانده است چه پیش از آنچه
از منبر فرو آیم شیطان باین ترانه و کش هر دو گوش مرا بر ساخته از بوج و ستایش دیگران بجا
گردانیده است

شجاعت

کسانی که بکلم حرص و حبت جاه خود در ممالک محظوظ کنند به شجاعت و جوانمردی
موصوف نتوان کرد مانند آنکه در کوستان سفر و دراز از بهر آن خستیا کنند که بر حدیث
دست یابند یا بل غیر متقدمه را که تاب مقاومت با اسلحه جهان سوز ایشان ندانند حلقه اطاعت
و رکوش و طوق غلامی در گردن اندازند هر آینه ایشان را بجائے آنکه شجاع و بهادر نام نهند
رهن و قزاق خواندن اولی تر است چه شجاع بحقیقت آنکس تواند بود که محض نفع خلایق
انواع محن و مشاق بر نفس خود گوارا کند و جان عزیز را در مواقع خوف و خطر اندازد بهیمن نوع

جوانمردان بودند اند که محبت ماے ایشان و صنم خانه مانده اند و عبادتخانه ما بنام ایشان
طرح افکنده اند و تماشیل آنها را قابل پرستش اعتقاد نموده

مناصب جلیلہ

آنانکه بمناصب جلیلہ سلطانی فائز میشوند بحقیقت سب چیز را بر خود خداوند میسازند
یکے سلطان را که آزادی نفس خویش بدست او فروخته اند و عثمان خستیا خود و رقبه
اقتدار او سپرده دویم شهرت و ناموری خویش را که هر چه منافی آن باشد زینهار گردان
نگردند و جز بکار اقدام نکنند که مقتضای شهرت و نام و تنگ تواند بود سیوم و فیض
منصب خویش را که یک لحظه از فکر آنها نتواند آزاد شوند همانا طالب منصب آزادی
خود فروخته بعضی آن حکومت بر دیگران میخورد و اختیارات خویش از دست داده دیگران
اختیار حاصل میکنند تا به منصب مطلوب نرسد انواع رنج و تعب نصیب او میباشد
و چوں بدان فائز گردد آن همه رنج و تعب یک باره میشود و اگر کار مجزولی کشید پس
جانش تلخ تر از زلمات گشت

مح و ستایش

مح و ستایش عاقبتی ماس که از صورت به سستی راه نبوده اند بیاید از صدق
راستی بهر حال و دور تر باشد چه بکنه حقیقت کمالات پے برون و مدایح کمالات را از هم تمیز
دادن از صد فهم ایشان بالاتر است پس غالب مح ایشان بر کمالات درجه او نه از بدلی
چو و بر و احسان و مهمان نوازی لطف مدارت و امثالها مقصود میباشد و لیکن که گاه

گاہ بر کمالات و رجبہ اوسط از شجاعت و استقلال و فاداری و عصبت مطلع شدہ داد
 موج و ثنا و ادہ باشند۔ فنا کمالات و رجبہ اعلیٰ از خلوص و بے غرضی و رقت نوعیت
 و در مصالح عامہ کوشیدن۔ و با صلاح مفاسد عامہ پرداختن۔ و در فصل خصوصیات حیف
 و میل بکار بردن۔ و از حمایت مریغان باطل اگر چه دوست باشند امانت دادن۔ و در پاسداری
 حق از مذمت عوام میندیشیدن و امثال ذلک۔ پس اندازہ آنها از سر حد نفی و دور رکب ایشان
 بیرون است۔ لاجرم اگر بالفرض کسی خود پیش پائے نازد از نصرت و دوستان پہلوئی
 کند۔ آرد بے وفای بے مروت نام نهند۔ و هر که در محکمہ قضا بخلاف احکامائے شہادت
 بحق داده باشد۔ امداد از اذن ناس شمارند۔ همچنین سائر استبازان آدابش را بشمار
 یاد کنند و ایشان را از تہ دل بے دین و سنگدل و مکار و خائن انگارند۔

ہر دین منی نیز چنین گفته اند کہ حسن و سچ افعال مردم موقوف بر نیت ایشان
 ہماں یک کارست کہ اگر از نیت نیک صادر شدہ است آن را کار نیک میتوان گفت اگر
 بر نیت بد صادر یافتہ آن را کار بد میتوان شمرد۔ مانند آن کہ یکے از ارباب طلبے کہ جز
 بہ جرات و ہمت و زحمت و مشقت اقدام بر آن نتوان کرد۔ تماشائی میکند و پہلوئی دزد و
 پس چنانکہ میتوان گفت۔ از جن نامردی پیرامون آن نمیکرد۔ همچنین میتوان گفت کہ بعضی
 حدالت جبلی مرکب جرم نمیشود۔ پس کسیکہ فضائل کمالات و رجبہ اعلیٰ را ندانند اندازہ
 بداند امثال این امور را ہموارہ بر محل بذوق و آند و نیکو کاران را مستحق تم و نفع و شہانہ
 بے فضائل و کمالات انسانی بشمارد یا است کہ بروئے آن غیاز اشیائے کم وزن و خفیف
 چون حسن خاشاک و برگ گاہ بیج نمودار نیست۔ و ہر چہ از اشیائے ثقیل و گرانندہ با خود دارد
 جزو فقر آن نتوان یافت۔

مشق و مہارت

و طبیعت ہر کس از افراد انسانی استعدادے خاص و بعیت نہادہ اند کہ مشق و مہارت
 ترقی سے پذیرد۔ و انسان را در آنچه مشق و مہارت و زریہ است بر تہ کمال میرساند کہ کار کا
 و شوار را بہ سہلترین جہے سر انجام تواند کرد۔ رسن با زبان و رقاصان و مفتیان کہ در فنون
 خود کار ہائے عجیب و علمائے غریب بروئے کار آورده تماشائیان را در تعجبے اندازند نتیجہ
 ہمیں مشق و مہارت است کہ ایشان حکیم استعدادات خاصہ خود بکار بردہ اند۔ و ہر سچ
 خاصیتے در ذات ایشان آچنان نیست کہ تماشائیان و بحیرت زندگان کم و بیش در فطرت خود
 ندانستہ باشند۔

پیداست کہ ہر قوم و ملت بعضے از مردم در بندہ سنجی و خوش فشی و بعضے رقصہ
 گوئی و داستان طرازی۔ و همچنین بعضے در شاعری و بعضے در مصوری و بعضے در فنون دیگر
 شہرہ روزگار و مشارالہ بالبنان در دیار و امصار میباشند۔ و عامۃ ناس را گمان آنکہ ایشان
 از جودت ذہن و روشنی طبع و درین کمالات بیاد طولی بہم میرسانند۔ اما کسیکہ بہ قوانین طبیعی
 پے برودہ و مجاری احوال را نیکو سنجیدہ اند۔ میدانند کہ منشائے کمالات این نام نورانی
 جز مشق و مہارت چیزے دیگر نبودہ است۔ آری این قدر است کہ استعداد این کمالات
 کہ در طبائع ایشان و بعیت کردہ بودند۔ ایشان بہ مشق و مہارت آن کمالات را از قوۃ لفعیل
 آوردند۔ اگر اصل استعداد در جوف فطرت آنها راسخ نمیدود و ایشان بروفق استعدادات خود
 توفیق مشق و مہارت در کمالات مزبور نہ یافتند۔ زہنہا بہ بعض جودت ذہن و فطانت کار
 از پیش نئے برزدند۔

در فطرت اکثر از تجارت پیشگان استعداد شاعری بمرتبه کمال ملاحظہ مینمایم و در بیان
از شعر قابلیت فن تجارت بدرجہ غایت مشاہدہ میکنیم. اما نه آنها بسبب شغل تجارت شاعری
کرشمه بر روی کار آورده اند و نه اینها بسبب آنها که در شعر سخن از مملکت تجارت خطه بوده
پس استیاضه صریحی که در میان حکما و ارباب زراعت یا شعر و ادب تجارت یافته میشود و نشان
حقیقی آن این مشق و مهارت است و پس که افراد یک نوع را از هم تمیز داده به خواص مختلفه
و اوصاف قباله مخصوص گردانیده است. از اینجا است که هر عادت که به مشق و مهارت
رسوخ بیاید ترکیب آن چون تبدیل فطرت تحیل میگردد و پس مر و باید که از مکرر فعل بدی
پیشتر کند. مبادا آن فعل رفته رفته منجر به عادت گردد و ازاله آن از حیضه قدرت بشری
خارج باشد.

مصیبت و ناکامی

در کارخانه عالم از اقبال واد بار و ذلت و عزت و ناکامی و کامیابی طرفه تماشا بنظر
مآید. یکے را محبت واد بار از چار سو آنگنان فر گرفته است که بهر چه میکوشد راه بجائے
نفس برود و بهر طرف که میشتابد ناکام برسد و در شب مصائب آفات چون بر دریا
برافزید بسیار و شب و بجز او بکشد هیچ نوع پایاں نمیپذیرد بخلاف آن دیگر که را
بخت و اتفاق چنان مساعد افتاده است که اگر خاک سیاه را منس میکند طلایه خاص میشود
و اگر در شوره زار تخم می افشانند زود برگ بار می آرد. دولت بیدار او عمارت عظیمی بسته
است و طالع فرخنده فرد و فایاخته.

اما آنجا که ظویر این همه آثار مختلفه و احوال متناقضه راجع به شیت آن حکیم علام است که فعلی از افعال

یا حکم از احکام او خالی از حکمت نیست. پس مرد باید که در هجوم مصائب آلام دین استقلال
از دست نه داده بقین دانسته باشد که در پرتو اینهمه مکرویات تا ملائم بسته حکمتی نهض
و مصلحتی عظیم مخفی خواهد بود. از اینجا است که گفته اند: "هر که بمصیبت از مصائب گرفتار نشده بهمان
یک نفس دنیا دیده از قماشای روی دیگر محروم است." هر آینه مسرت حقیقی حاصل نمیشود
مگر آنکه لذت غم چشیده باشند. حکیم سنیکامر شاگردان خود را همواره پند می داد که لذت
بمصیبت بچشید. تا لذت عافیت دریابید. چنانچه گفته اند: "قدر عافیت کسی داند که
بمصیبت گرفتار آید." هیچ راحت در حق انسان خوشتر از آن نیست که بعد از راحت میسر آید
و محنتی که به راحت انجامد بحقیقت عین راحت است. کسیکه در مقابل بلا ثبات نه ورزیده
و به صبر و استقلال بر مشکلات غالب نیامد و در بوشه ابتلا گداخته نشود. بر مثال طلایه
است که بر محک امتحانش نه سوده باشند. و این سبب قیمت آن شخص نشده باشد.
مصیبت بحقیقت مدرسه ایست که جمله قوای روحانیه و تربیت میابد و انسان
بوسیله آن زشتی گناه و بے ثباتی دنیا را به رآی العین مشاہد میکند. اگر چه بعضی از نکو بیها
نمایاں چون بدل وجود و عدل و احسان و ایام عیش و کامرانی هم میخوانند. اما نکو بیهای
پاینده و استوار از توکل و قناعت و صبر و استقلال و هوشمندی و دور بینی جزو حالت یکسان
حراماں صورت نمیتواند است که مرد را از خواب غفلت بیدار میکند و خیالات و تفریبات
خاطر او بکلی محو ساخته روی توجہ به قبله مقصود عالم و عالمیان منوط میگردد و دنیا
و فی را در نظرش چون بازیچه اطفال خوار و بے قدر میاند. آری چنانکه راجع به مشک و عود
به سوختن و سائیدن نمایاں می شود همچنان نکو بی مردم در هجوم مصائب آشکارا
می گردود.

تسلیم

استاد باید ہر گاہ تسلیم مبتدیان پر داند۔ از پایہ خویش کہ در علم و فضل و شستہ باشد تنزل نماید چنانکہ پہلوئے زودمند چوں قوا عید شستی بہ شاگردان خسرو سال بیاورد سرچرخی زود آوری را یکسو نہادہ از پایہ خود آتچنان نشد آید کہ شاگردان بداندیکے از ہر سرن ایشاں بہ ایشاں بازی میسکند۔ بسا معلمان کہ ہنگام درس این اصل را مطمح نظر نمی دارند از منزلت علم خود تنزل نامودہ سخنان بالا تر از فہم متعلمان افادہ نمایند۔ در غالب احوال سببی ایشاں را میگویند میرود و نفعی اندر ایشاں بہ متعلمان نمیرسد۔ چنانکہ خدا کے نام لائیم طبع پیش از آنکہ جو بدن تواند شد غشیان آوردہ از معدہ برے آید۔ بہچنان دریں استاد کہ بہ فہم شاگردان مناسبت نہ دارد بہ فہم و حافظہ ایشاں درسے سازد۔

علم اخلاق

علم اخلاق از سایر علوم بدین شرف است یاز دارد کہ قابلیت آن در شرف اطفال پیش از قابلیت درس کتاب حاصل می شود و تعلیم آن در ہر زمان ہر مکان میتوان کرد۔ خادہ باغ و مکتب و مجلس خلوت و جلوت و کنار در و آغوش پدر برے آن یکساں است۔ این علم ہر کس را از کودک و جوانی پیر ہدایت میکند کہ حقوق الہی بر ذلت بہت او کہ نامستحق حق بنی نوع و حقوق نفس خویش کدام؟ مال و دولت را چہ طور بدیل تو ان کرد؟ و چہ قدر انانیت را و خلق و چہ قدر در خدمت ذوی القربی صرف تو ان نمود؟ حقیقت انسان چہ چیز است؟ و از برے کدام قصد فریاد اند؟ غایت علم چیست؟ و کدام چیز است کہ دانستن آنہا بزرگو

واجب است؟ مراد از شجاعت چیست؟ و اعتدال و عدالت چہ معنی دارد؟ و علمیت از حصر آن۔ و غلامی را از اطاعت و آزادی را از اطلاق عنان چگونہ فرق تو ان کرد؟ فدا گئی کہ محمود است علامت آن چیست؟ از آلام جسمانی و ہمووم روحانی تا کجا باید گرفت و از ذلت و مرگ تا بہ چہ حد تماشائی باید نمود؟ از سختی بلا تا چگونہ میتوان رست و بہ چہ نوع تحمل آنہا میتوان کرد؟ چگونہ خود را سے بایست شناخت؟ و چہ طور خوش میتوان رست و خوش میتوان مرد؟ علامت تہذیب اخلاق در آدمی آنست کہ شگفتہ رود و پسندیدہ خراباشد و از کدورت خاطر بکلی پاک بود۔ چنانکہ در حوالی ماہ تائیاں بر روی فلک اثرے از گرد و غبار نباشد ہمہ وقت آثار ریشاشت از چہرہ او ہویدا باشد۔ نفس اتارہ را در عین سرکشی و طغیان نگذار از جا رود و زمانہ خوف رجا و ایام قحط و وبا بہ کمال استقلال شادمانی بسر آرد۔

تہذیب اخلاق برخلاف راسے کسانے کہ آنرا بہ خارزار و شوگرندار تمثیل میداند بر مثال راسے است کہ طرفین آن راہ از گھمے و گمانگ و شمار گوناگون اشجار سرسبز و شاداب و نہر رائے روان نمونہ بہشت برین است و ہر کہ ازین راہ میگردد باوے شادمانی و خاطر مطمئن بمنزل مقصود میرسد۔ راسے است بہ لکونی رہنمون کہ ہر یک از کودک و جوانی و پیر و فاسق و معصومش آسان تواند پیمود۔ پنج و محنت ازین راہ ہر محل و دور است و راحت و آراش در ہر قدم ہتیا۔

علم اخلاق بشاہ مادر مہربان است کہ اولاد خود را از چرکے آلودگی پاک میدارد و بہ روش آنہا نمودہ تنومند و قوی بازو سے سازد۔ برایشاں سخت نمیگیرد و ہموارہ و صبر آن میباشد کہ در غرضان حسن جمال و صحت و سوسیت ایشاں بنفیزاید و بہر صورت کہ میتواند دلشیں آنہا میکند کہ چگونہ انہمہ محاسن خوبی بار آتچنان مضبوط و متعظم تواند خست

کہ زندگی برایشان وبال نہ گردد۔

پیدا است کہ بعضے از اطفال بالطبع از تعلیم اخلاقی متنفر و گریزان میباشند بحدیکہ یک سخن ہزل را بر صد پند سودمند اختیار میکنند۔ و اگر آواز دلف و چنگ بگوش ایشان بخورد و در کتاب را بر طاق نیاس گذارند و مکتب را خیر باد گفتمہ دیوانہ و اربوسے آن مے شتابند۔ پس لائق تر بحال ایشان آنست کہ بجای علم و حکمت صناعتی از صناعات بہ ایشان بیاموزند۔ زیرا چہ تعلیم اطفال چنانکہ افلاطون گفتہ است باید موافق استعداد ایشان باشد نہ بر حسب استعداد پدران و نیاگان ایشان +

خودکشی

مرگ را چنانکہ ظاہر است اسباب بیشمار است۔ از آنجملہ یکے خود را بہ دست خود کشتن است آدمی را در کشتار کش زندگانی اکثرے از فوazel و حوادث چنان پیش مے آید کہ از تحمل آن عاجز آمدہ مرگ را بر زیست اختیار مے کند +

حکما را در آنکہ خودکشی در حالتی از حالات جائز میشود یا نہ۔ اختلاف است۔ یکے را از حکما پرسیدند کہ آزادانہ زینتن چگونہ میسر آید؟ گفت از آنکہ مرگ را آسان شمزد۔ چہ کیکہ از مرگ نئے تر سد از پیچ ریخ و مصیبت پاک ندارد۔ گویند پسرے اسیر آمدہ بہ دست ظالم فروختہ شد۔ آن جفاکار بنایل ترین خدمتش مامور کرد۔ پسر گفت آیا گمان مے بری کہ ہر کہ ازین ذلت آسان میتواند بہ اطاعت تو مجبور شود؟ این گفت و خود را ذکر یوہ بلند بہ پائیں انداختہ از قید حیات و قید غلامی پاک برست۔ از اینجا است کہ گفتہ اند "مرد آنست کہ زندہ ماند چندانکہ خواہد نہ چندانکہ تواند" و گفتہ اند "منت خداے را کہ کلید مرگ بما

تفویض فرمودہ است تا بدان وسیلہ ہر گاہ کہ خواہیم خود را از ریخ و بلا وار بایم۔ و منت مر واپس مے منت را کہ برے زندگی جزیک در نہ کشادہ است و برے مرگ ابوابے شما مفتوح ساختہ + دینہر گفتہ اند "عصہ زمین بر زندگان تنگ میتواند شد۔ آبا بر مردگان در ہر زمان و ہر مکان فراخ است +

بعضے از حکما گفتہ اند "کسانے کہ از دنیا و مصائب آن شکایت میکنند خطا میکنند کیست کہ ایشان را بر تحمل این مصائب مجبور ساختہ است مگر آنکہ جن جن ناموری آنها نمیکند از قید حیات رستہ گردانے زندگی را خیر باد بگویند۔ مرگ ہمہ جا حاضر است ہر وقت ہر باب آن مہیا است۔ ہر کس میتواند ما را از قید حیات آزاد کند۔ بخلاف مرگ کہ بچکس از پیچے آن نجات نمیتواند داد۔ اگر مرگ مقدور بشر نبودے زندگی از قید غلامی بدتر بودے۔ مرگ نہ ہمیں مخرج خاص را علاج است بلکہ ہمہ در و مار دادہ است۔ در فن طب مقرر شدہ است کہ قرض چند عصبے باشد علاج آن نیز باید سخت تر بود۔ پس ہر مصیبتے کہ سختی آن از حد گذرد۔ علاج آن بہتر از اقدام قتل نفس خویش نمیتواند شد +

این است خلاصہ بعضے از دلائل آنانکہ خودکشی را جائز بلکہ مستحسن شمزدہ اند۔ اما کسانیکہ بخلاف آن رفتہ اند میگویند "احکم اکما کمین کہ مار در حصار زندگانی محصور ساختہ است تا فرما واجب الاذعان او در سرد۔ نباید پائیں حصار بیرون کشیم۔ زیرا کہ مارانہ ہمیں برے نفس ما آفریدہ اند بلکہ برے عبادت الہی و خدمت ملک خدمت قوم نیز مخلوق شدہ ایم پشیش از آنکہ اجل مسمے در سرد خود را بہ دست خود کشتن از اداسے فرائض خود گر بختن و سختی سزا طاغیان و باغیان کشتن است بکوئی را شمع شجاعان عالم میتوان گفت کہ بہمانہ مے انگیزد و تقریباً میجوید تا بہ انواع حوادث و فوazel دوچار شود و از مقابلہ آنها رو بہ زتابد و تا بتواند بر آنها غالب

آید پس از مروت و ثبات روزگار گر بخشن و مرگ را بر تخیل آنها ترجیح دادند از انکوئی مراحل دور افتادند
است و فاضلترین اخلاق را که صبر و ثبات و همت و استقلال باشد و محروم ساختن
افلاطون در تو این موضوع خود می نگارد که "کمینه ترین مرگها مرگ انکس است که
احب اجاب اصدق اصدق اصدق را که خود نفس اوست بدست خود هلاک کرده باشد و از بیکار
بیت زندگی که بر لای او مقدر بود محروم ساخته و باعث بر آن غیر از تصویر همت و جبن و
نامروری و ضعف عقل چیز دیگری نباشد. آنگاه زندگی را هیچ می پندارند بر عقل ایشان خنده
می آید. آیا نمیدانند که بصناعت ایشان که بر او نماز میتوان کرد. دیس دار فانی پس زندگی
ایشان است و پس. و بعد از اتمام آن هیچ چیز بدست ایشان باقی نماند. اگر کسی بزندگانی
دیگران بخندد و آن را حقیر و ناچیز شمارد عجب نیست. اما زندگی خویش را حقیر شمردن بر اتمام
آن آماده شدن غایت الهی و نادانی است که در هیچ چو نه از خوش طیر و بهائم و سباع نظیر
نموان یافت."

زندگان مُرده

یکی از حکما گفته است که "آدمی را زنده نمیتوان گفت مگر آنکه بخدایت بنی نوع خود اقدام
کند و کارهای نمایان سودمند بر روی کار آورده نیک نامی جاوید حاصل کرده باشد. از بیجا
که هر کس از شاگردان فیثاغورس از تحصیل علم اعراض نمود و از ادوستی و بطالت عهدت
همچنان گسسته در راه پایداری و گفت. سائر مستفیدان و متعلمان فیثاغورس قبره بنام او میساختند
و بر لوح قبر او می نوشتند که "فلا نے مرد". تا دیگران عبرت گیرند و چنین حیات بدتر از ممات اختیار
نکنند."

پس همه آنکس که بحقیقت از مروت و ثبات روزگار و بندگی شرب و صبح و سنا مشغول و زبده

زینت میباشند و نمیدانند که غایت زندگیانی ایشان چه بوده است؟ چه عینی زندگی بحقیقت
آنست که انسان در تمسک نفس خویش و نفع دیگران تزکیه نفوس بنی نوع هر قدر بتواند کوشش
کند. برین تقدیر پدید است که غالب روی زمین بصورت آباد و مبنی گویستان است غلب
مردم بظاهر آخیا و بحقیقت اموات اند. اگر چه اکثر از ایشان با هم در بصلح و امنیت بسر
می برند. و از اطاعت پادشاه سر نمی چینند و اینها نفس را نمی آزارند. و اگر چه عمر
ایشان از هفتاد و هشتاد گذشته به نود یا صد سال میرسد اما بحقیقت زمان حیات ایشان
همان چند ساعت یا چند روز است که در سود و بهبودی خلق گذرانیده اند."

دوستی

کیک بدوستی دوستان ضرورت ندارد. همانا انسان نیست بلکه حیوان است یا فرشته
چنانکه سخت ترین آلام جهانی آنست که جاندار را دم خفه کنند. همچنین سخت ترین آلام جهانی
آنست که آدمی را کس دوست نباشد. هر کس شش دوستان احوال خود از شادی غم بیان
می کند گو یا شادی خود را دو چند میسازد. و از غم خود نیمه را می کند. آری آنکه از دوستی
دوستان محروم است بحقیقت یک تنه است اگر چه ظنیه بشمارد و جمع آمده باشد
چنانکه گفته اند اگر تمامی عالم از دوست رود و اجوش آن یک دوست صادق میسر آید اندان
ولاکن بر کثرت دوستان مغرور نباید بود که عالم دوستان بر مثال برگ درختان اند."

خشم بدتر از دیوانگی است

کسانیکه خشم را بدیوانگی تعبیر میکنند همانا از حقیقت هر دو بے خبر بوده اند. چنانکه دیوانگی عبارت

از ناخوشی دماغ است که عقل را از دماغ زائل کند و کار بد انجام دے کہ جملہ کلیفات از دست گذرد
و بیج جرمے کہ مرکب آن شود سزاوار تعزیر نباشد و بہر خطائے کہ از وجود و ریاء و غیبت
شمرند و معاف دانند۔ بخلاف خشم کہ از حفظ حماقت و استکبار بر عقل و دانش مردم غالب آید
و بکار بار آگیرد کہ اگر صادر شود۔ باشد کہ صاحب خشم را مضروب و مقتول گرداند و باشد کہ
بہ سزا و تعزیر رساند۔

محبت مادری

محبت مادران با اولاد خود قوی تر و پائدار تر از سایر محبت ہاست کہ بیج حال کہ نگردد
درینہند و گر گویا نشود و ہرگز بلالت نہ انجامد۔ پدر میتواند از پسرے بگریزد و برادر برادر
و دشمن شود۔ وزن و شو از یک دگر بکشد۔ اما مادران با اولاد نیک و ہموارہ یکساں سلوک
کنند۔ و از محبت ایشان ہرگز سیر نشوند۔ و نسبتے مراد اولاد را دیرینہ تر از مادر نیست کہ از
روز استقرار لطفہ در رحم محافظت ایشان میباشد۔ بیچگاہ نمیخواہد ایشان را از سینہ خود جدا کند
یا یک لحظہ فراموش سازد یا بر نا فرمانی و تقصیرات ایشان از تہ دل و عاے بد برد بان آید
محبتش با اولاد از شائبہ غرض بکلی پاک است۔ لاجرم در وقتے از اوقات و حالاتے از حالات
تغیرے دران راہ نمیباید۔ اگر ہمہ خلق اولاد را گذارد و از تعلقات ایشان دست برنمیدارد
بلکہ دنیا و مافیہا را منحصر در اولادے داند۔

استہزا

بر مردم خندیدن و بہ استہزا و سخرگی عادت گرفتن از ذنابت نفس میخیزد۔ و جو انان را از

ترقی بمعارض کمال بازے دارد۔ بیچکس چنانکہ معلوم ہست از عیب خالی نمیباشد۔ تا بحدیکہ
نیکو کاران ستودہ خصال نیز نمیتوانند۔ و امن حال از آلائش عیب بکلی پاک دارند۔ چوں
صورت حال بریں منوال است غایت اہلی و محسن نا انصافی ہست بہ زلات و خطایے مردم
آو بخشن و از محاسن و محالہ ایشان چشم و موصفتن۔ بر نقائص خودہ گرفتن و از کمالات قطع نظر نمودن
و اینانے جنس را فحش کہ اشعار و ادب باش ساختن۔

چندانکہ غور کرد میشود استہزائے از موازے تست میان نفس خویش و نفس آنکس کہ
بروے استہزا میکند۔ تا خویش را از بہتر و برتر و انسانی و خود را از خود بفریبی عجب است
از استہزا کنندگان کہ با وجود صد ہند ذوات دیگران بر یک عیب ایشان سیگیرند و باوجود
صد عیب مذوات خویش یک ہند و خود نشان نمیدہند و عجب تر ازین آنکہ نہ ہمیں عیب
کسان میخندند بلکہ ہرے نیست کہ رخنہ در خوبی آن نیستند از دہ منتصبہ نیست کہ آن را
افشو کہ اہل مجلس نمانند۔

عجارت کتابہ سبے مرقم حومی سید امیر علی مرید علی غفر اللہ

نیامد کے درجہاں کو بہانہ مگر آن کو زمانہ سیکو بہانہ

سید امیر علی ابن سید وارث علی (رحمہما اللہ) چل و بہشت سال خوشن ناخوش زندگانی
دیدہ و تلخی و علامت ایں دار الفرو چشیدہ شب جمعہ دویم شہر رمضان ۱۲۹۳ ہجری بادلے
راغب الی اللہ و زاہد فی الدنیا داعی اہل راہدیکہ جابت گفت۔ ہمہ عمر بقوت بازو کسب
کردہ و چشم خاص عام موقر و محترم بود۔ و عروانہ و آزادانہ زریست۔ از بدو شعور و مدارے
دولتی با درس و تدیس کار داشت و تا بود ہم درس کار بود و ہم بریں بگذشت۔ اصرے از

حاکم و محکوم و تابع و متبوع را بآرزو ملتے نبوده و کسی از آشنایان و بیگانان زبان به شکوہ
او نیاورده۔ الحق از کمونی و حسن معاملت تو اضع و فروتنی و دیگر مناقب علیم که در طبعش جلی
بود۔ اندکے از بسیار نمیتوان شرح داد۔ و حسن خلعت که غایت جمله کمونیهاست چنانکه خود او
میسر آمده از صلح او و اقیار و ابرار و اختیار هر کرا دست و پد غنیمت کبرے میتوان شمرد۔

ایمان لب لب دل به ره و دیده بدوست با یک اهل خنده زنان میسر شد

کتابه لوح مرقد مرزا آملی بخش مرحوم که جربا قراح جناب مرزا
سلیمان جاہ صاحب نوشته شد

پیشکش کمالی لایعجب

و پسین شمع بزم گورگانی و آخرین ثمره شجره صاحب عالم حضرت میرزا هدایت افرام
المعروف به میرزا آملی بخش (طاب ثراه) در سال یک هزار و دویست و بیست یک هجری از دنیا خوانده
غیب بجلوه گاه شہود خراسیدہ ہفتاد و اند سال بنظر اجماع گجیہاے ایں عجز سال خرد چشم و
دہشتند و باد ہزار ساز گار مردانہ بروے کار آمدہ ہں مراحل شوار گداز آسمان طے نمودند
ہم در عہد امن و سلامت و ہم در طوفان حوادث و فتن ہنگام نجات و دوست ایشان
در مدت حیات باہر کیے از طبقات انام آیتخان سلوک و زیدند کہ اقا رب احباب را بصدیق
مصافات و اجانب اغیار را بر فوق و مدارات و ضعفار را بہ بذل مساحت و اقویار را بحسن معاشرت
در سلک یکتائی کشیدند۔ شب چہ شبہ شانزدہم ربیع الاول سال یک هزار و دویست و نو و پنج
ناخوشی سعال کہ رفیق ویرینہ ایشان بود آنچنان ہستاد و گرفت کہ بیچ چارہ و تدبیر مقاومت
نہایک سہ روزہ ۱۲

آن نتوانست کرد۔ و آثار یاس بر دلہا مستولی شد۔ ہیں کہ کلمہ توحید بر زبان راندند و شاپہ
را بر سلام خود گواہ گرفتند۔ زود و داعی اہل را بتیک اجابت گفتند۔ و ہر کیے را از دور
نزدیک و قریب و بعید سوگوار و ماتم دار و از ذکر جیل و نام نیک بر خاطر ہر یک نقشہ ہستوا
گذاشتند۔

شرف دیم

تقریظ دیوان فارسی حضرت حسرتی رحمہ اللہ تعالیٰ کہ در سال
ہزار و ہشتصد ہفتاد و دویسی در زمان حیات مصنف منفقور تو بود

ہر چند ستایش سخن دین بہت سربلجی
در مدح سخن ساختگی نیست مرا
میگویم در بہت گفتن آئین بہت
تحسین سخن شناس تحسین بہت

الا سے جو ٹمنہ فرزند دین روزگار کہ جنس بالادست سخن از متاع حسن نوخطان ناروا تر
و ہم گیرے اہل سخن چون نفس سرور و اعظاں بے اثر افتادہ است۔ زہار گمان نہری کہ انداز
قدہ گفتار انقصان فرارفتہ است۔ و سرمایہ لفظ و حسن زبان رفتہ چشمہ حیاں اگر و ظلمات پنهان
گر دو خاصیت جان بخشی از پیروں نرود۔ و ماہ کفان اگر و بازار مصریح نیز و چوے از رضا
کامل بخش کم نشو۔ کماتیل ۵

۱۱ اگرچہ قدیم طرز کی نثر ہے اب طبیعت متغیر ہو گئی ہے۔ لیکن چونکہ ان میں بعض نثریں گرامری بیادہ روی کے
زمانہ کی یادگار ہیں۔ اسلئے انہیں بالکل ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا گیا ۱۲ حالی



از قیمت یوسف نشود یکسر موکم
هر چند حسرت یار به بازار نباشد

اگر گوئی که سخن را که مکانتی بلند و قدس از جند است - خود بوجود نموده و این سخن پیوند است
ورنه لفظی است به معنی - و اسمیت به معنی - و سخنور چنانکه معلوم است امر و از جهان معدوم
است - پس اگر کبریت احمر را خاصیت اکسیر باشد گویش - و اگر سایه هماره اقبال با خود دارد
گویش - ازان که نه موجود است چه چیز - و ازینکه منقود است چه زاید - گویم آنکه چنانکه
فرمودی هنر از توابع وجود اهل هنر است - و عرض از لواحق ذات جبر - و چند آنکه هنرمند
کیاب هنر کیاب تر - اما باین تصور نظر و نقص ادراک - و ناتمامی دانش و نارسائی دریافت که
مردمی راست چگونه میتوان گفت که اهل کمال را جبر دشمن غنا آشیان - و از سخن جبر اهم و از
سخن جبر مهم در جهان نیست

خاکساران جهان با جفایت نگر
توجه انی که درین گرد سوار باشد

سرت گردم اگر بقی حوادث روزگار در میان تو آسج را آشیانها پاک بسوزد اخذ لیبی و چین نغمه
سراست باغ را دشت نتوان خواند - و اگر طلوع سپیده سحری رونق بازار ستارگان بر شمع کند
تا مهر و خشان عالم افزوست جهان و تاریک نتوان گفت - گرفتار هنر اگر بی بازار نه چندان است
که کالای گرانهاست معنی از هر دوگان میتوان خرید و گنج شایگان سخن در هر غرابه میتوان یافت
اما صاحب نظران دانند که با اینهمه ناز اینها و کیسه نقد کار خشنده گوهر است - از چشم کور و لول
مانند گنج در ویرانه پنهان و هر سپهر کمال فروخته اختراست از دیده شیر چشمان چون مهر جانتا
سرد نقاب کتمان - علی الخصوص در پیتم سانی - مهر شیر فلک کج و دانی - بقائه عرش تحقیق - باب مدینه
ندقیق - بحر لاجی علم و ابقان - کوکب دمی افق عرفان - بهین ثمر نخل باغ اراوت - گزین قیج پیوند
ماده و صورت - شناور دریای حقیقت - روبرو صحرای طریقت - چار سوسه مملکت معنی را گیهان

خدیو - بخشش جهت عالم حقیقت را فرمانروا نگارستان رنگین بیانی را چهره پروانه و
بهارستان شگفته طبعی را چمن پیرا - و فرشتاس مرا بر عقل و نقل - نکته سخن خواص را پیش
رو آید و هر چه بیاک طریق نظر و استدلال - مقصد لیبی ربیع عرصه فکر و قیاس شمس پیشطابق
بلند نظری و لافطری - نواب خجسته القاب محمد مصطفی خاں بهادر تخلص چهرنی

بَلْفِظِ لَا يُغَيِّرُ عَنْ مَعَانٍ أَحَاطَتْهَا مَكَارِمُ ذِي الْقَمَامِ

اللَّهُمَّ مَتَّعْنَا وَمَتَّعِ الْكُلَّ بِدَمَائِمِ بَقَائِهِ وَمَدَامِ بَقَائِهِ - هر مسئله بیش جانیت که بانی
هست آسمان اوست - و قدر نیست آسمانیت که فرغ خرد مهر و خشان اوست نیمه نیش
نقد حقائق را گنج شایگان - و چرخ فکرش سخن قدس - شمع شبستان - عله الفاظش مرا
معنی را پیرایه ناز - و حلیه عبارتش گوش و گردن خمون را زیور آسپاز - افسون لطف گفتارش
در تخیل آراوده دلال چون قید و بند - و همچون نطق شکر بارش و مذاق خنجر طبعان چون شمشیر
قند - استعارتش چون اشاره چشم خربان و دریا - و عبارتش چون چشمه آب حیوان جان فزا -
اطمینانش چون طول شکوه دوستداران سامه نواز - و ایجازش و لایزال از نگاه چشم نیمه ناز
فکرش از دماغ سحری شب نده و ارباب رسالت - و سخنش از ناله نیم شبی جگر خدایان گیر اتر -
فقره شیرینش مگویم شیرین جان اما پاره شیرین تر از آن - و مصرعه رنگینش مگویم برگ گل لامل
از کف ربانده بلبل - راجحه انفاسش از محبت گل در دماغ بلبل بل از عطر پیرهن در شام تعقیب
سازگارتر - و شهد مقالش اندیشه زلال در کام تنقی بل از جرمه در مذاق مخمور خوشگوارتر -
الحق اگر می طبع پر زود شرابیت که تمکین پسندان اگر همه کوه و قار باشند - بیک جرمه از آن خور
نگاه نتوانند داشت - و نه خواجہ را که عند لیب شایخار ملکوت - و طوطی شکرستان لا بهوت است
باغزل سرانی و بدله بنی چه کار و چگونه روا باشد - کس را که در طریق علم و حکمت بر اثر سقر اطلال

قدمے راه رفتن موجب رنگ عار باشد و کمینہ صناعتی امثال عرفی و نظیری را مقلد عمل بود
و ذلالی و افوری را مقتدای فن ساختن - گرفتار در زمان سلف نقد معنی انجمنه داران و عرصه
فکر را شسواران بوده اند و هنگامه گفتار را گرمی بازار و ریاض سخن را رنگ اعتبار پیش از زمان
صاحب دیوان بوده است - اما کسانی که در مصطفیٰ ذوق طبل گران پیچیده اند و از نایده تمیز حفظ
و افر بر بوده نیک میدانند که با آنکه قطره باد بجز و سبزه باد و دشت و دشته باد و سبزه باد
و رساز و جرمه باد و ساغر و باد و سبزه و بیداد و گفتار و افسون و درغل و شعر و دیوان
و مصرعه و درغل فراوان بود - هر قطره در شبنم - و هر سبزه گل و یا صین - و هر دشت و دشت گل
و هر نغمه نغمه بلبل - و هر بیداد و نقل محفل - و هر افسون جادو و بلبل - و هر شعر و مصرعه بیشتر
نباشد - رباعی

ز فرم نتوان بد بخرمپس و آن یوسف نتوان خرید از بزرگان
هر لبم اعجاز ندارد و چو شیخ هر کس نبود چو حسرتی بحرین

جادو که و در سخن سخی می پیماید پیشینیاں نیز پیچیده اند - اما پاشنه بارش پیاپی آبله اند
است - اگر قدم رفته اند - و خواجہ ہمہ گلشت کنان میرود - و آہنگی که او دین پرده سراید
و دیگران ہم سروده اند - اما نظر نا از سیر و اندیشه نا از تک فرو مانده است - اگر صحرای سنجید اند
و خواجہ ہمہ بدیمہ سنج - آری نغمہ حقیقت و پرده اشعار سرودن و اسرار معنوی در
کسوت تبسیر و بیان جلوہ گر نمودن نہ کار هر چرب گفتار شوخ بیان است - و آنگاه حال تا قال
و اثر تا عین تفادیت بسیار داد - اینک دیوانے ترتیب داده و مجموعه فراهم آورده که سخن را
اوج کمالے برتر از آن دست و ادب و سخنور را سرایه قبولے خوشتر از آن بزم سیدن و شوار تر از
آنست که ناله مرغان خوش آہنگ بموزنی عشاق و نواوند تواند رسید - و مرغ و لاله مطربان و خوا

چون سخن و ادوی آہن را موم تواند کرد - بنامیز و نمکدہ صہبای ذوق است و پرده آہنگ شوق
نظر گاہ پاکاں شاہد باز است و نیز نگ حقیقت و مجاز - انیس خلوت گوشہ نشینان است و طبع
عشرت گزینیاں - تہیدستان خود را سرمایہ ہوش است و دردی کشان جنون را بادہ سرخ
نسخہ مفرح روحانی است و مجموعہ لطافت و جدائی - طالع سخن را رقم سر نوشت است شاہ معنی را
حسن خدا داد - رنہ گار فراق را رنجستہ سرگذشت است و ایام وصال را فرخندہ رونما گشتن
نظم را موسم بہار است - و زمین شعر آب جو مبار - قفسیدہ در و نال را مایہ فرات است و شاد آ
طبعان را شیرہ نبات - بالائے گفتار را خلعت و بیبا است و تشریف قبول را قامت زیبا
آنانکہ خاطر نکتہ فہم و طبع ادب شناس دارند بیابند - و ستر نامہ این قدر صمیمیہ بدیدہ ہوش بگریزند
تا وارسند کہ مر این نکتہ سنج معجز بیاں را در گذارش سخن غاصبت است کہ دیگران بر آن دست
نیافتہ اند - و اگر است پرسی کرستے است کہ از قائمہ الامام طراوش بر دے کار آمدہ یعنی جو
اہل فن چنانکہ دانی اتفاق دارند برین معنی کہ شعر را چند آنکہ از حد استی دور تر بر بند قبول دہا
نزدیکتر باشد - و ہر قدر از اوج صدق زیر تر اند از ند پایہ حسن بالائے ترود - و حق نیست کہ سخن
بے مبالغہ و اغراق و لفریب نبود - چنانکہ نظامی میفرماید

در شعر پیچ و در فن او چوں کذب است حسن او

بالانہم گفتار آبدار کش بے آنکہ چاشنی تبلیغ و غلو داشتہ باشد دلاویز تر از عشوہ شاہدان
مہوش و ذوق انگیز تر از بادہ بغیش افتادہ است - انصاف بالائے طاعت است این را
گفتار کہ آسمان بر فراز است و زمین در شیب و چشمان در زیر ابرو اند و دندان جملہ در و نال از
شنونده چہ دل رباید - و ستم را چہ ذوق بخشد - پس بے آنکہ نوعی از صنعت اندیشہ و ایجاد
طبیعت را در آن راہ دہی - چہ ساحری توانی کرد تا سماعہ یاراں بنوازی - و شور حسنت در سخن

اندازی - همانا کار کار بشر نیست - خواجہ سخن سرائی نمیکند - معجز نمائی میکند +

ہیبت در سپارش راہ وح جادہ تنزل پیچوم و ممدوح را نہ باندازہ قدوہ الالیش
ستودم - بحث از فضائل ذات و جلال صفات بود - سخن در توالی و عوارض گفتہ آمد و
نختہ بہرانی کشید - ہر گاہ مشک زعفران را در دلخ روح پرور در نہاد است و مہر و ماہ را
بوارق نور گستر خداداد - آن دوازندہ جوہر اسیبای دزدی ستودن - و این در خشنود
گوہر ہر برگرمی و سردی آفرین نمودن چرا - ہمانا قدم رخس کہ بہنگام ناخت بیارہہ رود عیب
عنان گیر است - و پردہ ساز کہ در مقام بندگی پستی گراید از قصور معنی است - اکنون کہ جز
نظر را پائے رو بہا بسنگ آمد - و معجز بیان حیلہ بستن و بہانہ ایچختن آغاز نہاد - ز نہار گان
نیزند کہ در رخ سخن و محامد سخنور بہ پایاں رسیدہ باشد تا خامہ ستایشگر از خرامش و اندیشہ
شنا گستر از سگاش آرمیدہ باشد - حاشا حاشا کہ اگر قصیدہ را دجی و رباعی را الہام و غزل را
اعجاز و غزل سر را معجز ناگفتہ باشم - حرفے اناں طومار و اندکے اذال بسیار بسزا گفتہ باشم
آہ چہ توان کرد ہم تیر نارسا - و ہم صید بہنہ پرواز - ہم شب کوتاہ و ہم افسانہ دراز
زبان حکمت فرمادہ و راز من قہمت بضاعت سخن آخرش - سخن قہمت

الشدیس با سوسے ہوں

تقریظ دیوان سالک

صد قول بیک فرم طبع می کنم شب مستی نہ باندازہ می میکنم شب

حیرت زدہ نیرنگی این کن آشوب گاہ - حالی نامہ سیاہ کہ دوش در شکنجہ غم و اندوہ چو مرغ
تازہ بدام افتادہ سر سیمہ و لنگ و با سخت جانی خویش در جنگ بود اگر حرفے از روداد خود

مراد و معجز کن ہزار را بجای غالب - آن در سخنوری یکتاہ و در پاک گوہری بے ہمتا - آن
شعلہ زبانی علم و در شیوہ بیانی سلم - آن بہرہ قدسی مسالک جناب مزار اقران علی بیگ
ستخلص بہ سالک لازال ظلہ ظلیلہ و ذکرہ جمیلہ کہ از نوزد نکتہ ورمی و نکتہ سنجی استخوان
استاد است - و جان آباد از شرف وجود مسعودش جان آباد است - الحق اگر سخن را
صہبا میتوان گفت بخش سر جوش بادہ سخن است - و اگر شاعری را فن میتوان اند
خواجہ یگانہ این فن است - یارب چنانکہ ہند از غالب خلہ آرا مگاہ رشک ایران توران
بودہ است - دلی از سالک معنی پناہ غیرت شیراز و صفایاں بادہ

تقریظ دیوان تعلق

ایں دیوان غرابت عنوان از افادات مرحومی حکیم غلام مولی متخلص بعلق است
کہ شاگرد رشید - خان فیض المکان جناب غفران مآب حکیم مومن خان مومن بودہ اند - اصل
ایشان از میرٹھ و در دوازہ سالگی از آنجا بہ خیر البلا و جان آباد آمدہ و بہ کسب کمال تحصیل
پردہ خستند - و تانانیکہ واقعہ طغیان سپاہو یاغی آن شہر لطافت بحر را مورد اوقات مرکز
فتنہ و بلیات کردہ - ہمہ ریخا اقامت داشتند - مدتے طویل زبان پارسی از انقباس متبرکہ
مولانا امام بخش صہبائی فرا گرفتند - گویند از جملہ شاگردان آن جناب بہ جودت طبع و حدیث بہن
اختصاص داشتند - و صرف و نحو و منطق و دیگر فنون عربیہ را از مآلہ انتظام علی سہارنپوری اخذ
کردند - و طب از حکیم غلام نقشبند خاں دہلوی کسب نمودند - و آن ایام کہ گلشن دہلی را آخر
فصل بہار بود - جمعی از گرانمایگان عالم سنی و چابک خرامان عرصہ سخن چوں غالب ذوق
و مومن و سائرین کہ در سخنوری و نکتہ پردی فخر دہلی بل نازش ہندوستان بودند - دریا

معمرہ جاو اشتند۔ واز فیض وجود ایشان عالمے را ہولے شعر و سخن و در سرفاودہ بود۔ حکیم مخفوق کہ با موزونی طبع وجودت ذہن فکرے بلند پرواز داشتند۔ با وجود شاغل علیہ نتوانستند خود را ازین بادۂ مرد افکن بر کاس دارند۔ لاجرم داعیہ غزل سرائی در خاطر ایشان پدید آمد۔ مومن مرحوم را چنانکہ از مطالعہ دیوان ایشان منہوم میشود بہ استادی برگزیدہ و رفقہ رفتہ در خاطر استاد موقع قبول یافتند۔

مخفی مباد کہ مومن مرحوم در غزل و اصناف دیگر از سخن دو طریق مسلوک داشتہ اند یکے عام و دیگر خاص۔ طریقے کہ عام است و آن کثر است۔ ہمیں طریقہ تیر و میرزا و سائر ریختہ گویان نامی و استادان گرامی است۔ و طریقے کہ نتیجہ طبع و قواد ایشان مخصوص با ایشان است۔ اگرچہ از شاہراہ عامۂ شعرا بیگانگی دارد اما بسبب شہرت و بلند آوازی حکیم سابق الوصف شدہ ایشان را در چار سوے ہندوستان بہ استادی و نازک خیالی و وقت آفرینی علم ساختہ۔ از انجا کہ حکیم مولی بخش قلق را میل طبع و مناسبت خاطر بطریقہ خاصہ خویش دیدہ بودند نظرے خاص بجال ایشان مے گماشتند و بعلاوہ اصلاح سخن و الفاظ غواض و دقائق این فن انواع لطف و کرم و اصناف شفقت و عنایت مبذول میداشتند تا آنکہ سخن ایشان نوے پختگی پیدا کردہ۔ ہر جا کہ بزم مشاعرہ انعقاد مے یافت یا استادان دیگر ہم مطرح شدہ و او غزل سرائی میدادند و حاضرین را تعجب بر تعجب و حیرت بر حیرت مے افروزدند۔ چون آتش بنی و فساد و چار سوے دہلی بالا گرفت۔ ماسے بہتر از آنکہ بظن گاہ خود معاودت کنند۔ در میان نہ دیدند۔ ناگزیر از دہلی بہ میرٹھ رفتہ ہمد آغا رخت اتاعت انداختند۔ و تا سال ہزار و دویست و نو ہجرتش کہ سال رحلت ایشان ازین خاکدان بہ عالم جاودان است و را نجا بودند۔ در بعضے مدارس دولتی خدمت و درس فادسی با ایشان

سرودہ باشد۔ ہمانا خویشین را ز محبت و انجمن را کلفت افزودہ باشد۔ تکلف بر طرف۔ و داشت ہمہ موج خوں۔ و سرے داشت سرمایہ جنوں۔ شبے بہ درازی شب ہائے فراق و دوستے بہ پرانگی خاطر عشاق۔ بے خودی ہمہ نقد گنجینہ ہوش۔ مستی ہمہ تعبیر غراب فراموش۔ و لولہ با میس کرد و از جانے رفت۔ نالہ با میس کشید و دم نمیزد۔ گاہے شک جگر گوں از دیدہ میسباید۔ و گاہے برگیدہ خود میخندید۔ گاہے از روزگار نالید۔ و گاہے از بخت نگو نثار۔ گاہے بر اہر من نفرین کرد۔ و گاہے بر نفس خویشین گاہے در جستجوے وقت رفتہ چپ و دست مے نگرست۔ و گاہے از عمر رفتہ یاد میکرد۔ میگرست۔ گاہے رشتہ اہل چندان دوا کردے کہ عنقا را اسیر دام خود پنداشتے۔ و گاہے از دور باش حرمیں آنچنان گستہ امید گشتے کہ سہل را دشوار اندک را بسیار انکاشتے۔ بالجلد حالتے در پیش داشت کہ قیامتے با خویش داشت۔ و خفیں ہنگام گشت اجاب چوں فرقت محبوب ناگوار۔ و بذلہ احباب تلختر از طعنہ اغیار بود۔ اگر سوداے گفتا در سر و غلش این خار در جگر نمیداشتم۔ غنچہ خاطر مے بیج نشکفتے۔ و در و دلم نہ تار چا و نہ پیر رفتہ کہ بطلان دیوان حضرت خواجہ شیراز دے غالی کنم و بیکن و جرعہ اناں بادہ کمن غم دین و دنیا فراموش سازم۔ نا گرفت از دریچہ ہوش این صد ابگوش خود کہ مان و مان حالی روشن نفس۔ اسے بفہم ادراش شناس و بفکر بالغ رس۔ ہم شکر بریزی طوطیان بہند دیدہ۔ و ہم لغتہ بلبلان عجم شنیدہ۔ یکے در چمنستان سالک بیار و دیدہ و دل رخصت تماشا دہ۔ تا واریسی کہ گلشن مسنی و عین خزان شکفتہ و شاداب است و نہال سخن و نہال پایان موسم تازہ تر از عمد شباب۔ ندانم این صدے دلکش از کجا بود و چہ بلا گرمی اثر با خود داشت کہ تا از پودہ گوش بدل فرود آمد۔ مراد رس نگذاشت۔ چوں بخود باز آمد مگر گرم از جا

بر خاستم و دیوان سالک خواستم سبحان الله کتاب دیدم چون نسخه جمال یوسفی سراپا انتخاب
وز لچائے سخن را باز گشت عهد شباب - ابیاتش ریخته مار شک پهلوی ووری - بیانش
ساده اما نمونہ گفتار سعدی و انوری - مضامین همه تازه و نو - معانی همه الفاظ را در کف قصید
و غزل همه طلسم رنگت بود قطعه و رباعی همه کرشمه و جادو - ذکر فراق دل آویز تر از نو عدّه وصال
شکوہ جفا طرب انگیز تر از مرثیہ و فنا - آنجا که طول مقال است لفظ را اندانده و وسعت خیال است
و آنجا که اختصار بیان است بهجت و میاد کوفه نهان است - منکر جز بگفتار پیشینیاں سرے -
در کوچه خوشال گذرے ندانم از علوات این شمر نو رس آنچنان کلام و زبان ساختم که
دل از ذوق قند نظیری - و چاشنی نمک عرفی بکلی پندارم - گویند هر سخن سنج را در غزل
سراپی طریق خاص است که مراد ابدان طریق اختصاص است - یکے از آتش عشق مجاز
چراغی در راه فکر نهاده - و دیگرے از عالم حقیقت درے بر دے دل کشاده - یکے در حیرت
معنی بلند با عظام پر وازد و دیگرے در بسن معاملات و قوعی کرشمه سنج و بحر پر وازد - یکے را
وصف و دلایر پیرایه بیان - و دیگرے را رشک اغیار تازیانه زبان - کمتر کسی بوده باشد که
این همه مراحل را بیک زمانه پیموده باشد - آری در هر شیوه سخن نغز گفتن و در هر رشته
گوهر معنی سخن - نه حد هر چرب گفتار شوخ بیان است - اما در خلکده که غالب باده فروش است
و سالک باده پیا - باده با همه سر جوش است و نشه با همه رسا - اینجا سستی حرفیاں در شمار
بینی - اینجا حرفی در خار نه بینی - اینجا لای خوار اند بر چرخ موج نلن - اینجا مدعی کشاند
با عطر و هم سخن - اینجا نواناے گوناگون از یک قانون برنجیند - اینجا ادائے نگارنگ
از یک طبع موزوں سر بر میسازند - اینجا هر کس جان سخن است و سخن جان او است و سخن
معنی از آن او است بلکه آیه در شان او است - خاصه آن آینه صورت نماے غالب - و

بطبع اشرف بندگان حضور راه یافته است - همین که این خبر منشوش بگوش خیر سگال خود
سوابق حقوق خسروی که قره بعد از خسری برین بنده متحقق بوده است بر آن آورد که خود را
یک ساعت نه داده زود از جائے برخیزد - و هر قدر عجلت که میستوان بکار برد بجا آورد و بزرگ
دولت رسد - و چشم تنار بنور جمال با کمال منور گرداند - اما یک ماه بیش گذشته باشد که
به عوارض نزل از شعال منقط ذوات الحجب و غیره مبتلا است و ازین جهت در ادای
فرائض خدمت متعلقه نیز قصورے راه یافته است - و نیز نمیتواند خود را به وطن برساند
پس بکمال شرمساری و نجات خواهی از جبین سر داده و سر در پیش افکنده تمهید غم و غم
جسارت می نماید - بوی که بموقف اجابت رسد - و مع ذلک غم جرم کرده است که هرگاه در غم
لاحت افاتے بهر سید علی الفور باندازد تقبیل عقبه عالیہ خواهد شتافت - و مہا ممکن از عمد
بعضی از حقوق بندگی بیرون خواهد آمد - امید از درگاه قاضی الحاجات و محیب الدعوات
آن دارد که رشک و دعای عالمے از ساکین و ضعفار و ارامل و ایام و صلحا و زناد و فقرا
و عبدا و دیگر بندگان اتی که از ماندہ نعمت خسروی بهره رسانی و در سایه عاطفت حضور
تر بیت میسایند - زود مدافعت جمل بلیات و مقادمت تمامی مکررات تواند کرد که فخر عباد
علیہ الصلوٰۃ والسلام و عار را و القضا فرموده است - **اللہ معکم ایتما کنتم** *

عرضیہ بنام نامی جناب مرزا اسد الله خان غالب بیان معنی
شعر نظیری جناب روح آرا ناقص العیار و نظری وادہ بود حسب ایماے تنج
قبله کعبه - سخن را که اندازد و انان گفتار و افکانشناسان معنی از نظر اعتبار انداخته
باشند گوہر از نظیری و عرفی باشد هیچ تاویل و توجیہ طراز قبول نتوان واد خاصه بسی میچو

که بلور راه سخن و مردان فن خود نیم چگونه این نقش درست توان داشت - الحق شکسته
را بسخت و گسسته راپیوستن و پاره را دوختن کار است پس شوار و شوار تر از آن است
طرف شدن با استادان فن و مردان کار - و انگاه با کسی که در سخنوری و سخن دانی و نکته سنجی
نکته رانی یگانه روزگار بوده باشد - حقا که پاس آتشال امر واجب الاذعان در نظر دادم و در
وزن و نگارش معنی شعر نظیری که مخدوم آن را نظری داشته اند هرگز جرأت بکار نرفتم چه
مرا که از تن چشمه آب خورده ام و از آن مانده زنده ر بوده ام - اگر بفرض محال راس در فم معنی
شعر بر صواب بوده باشد - و برابر گفتگو که با آن حضرت در میان آید چاره جز تسلیم و
جواب جز بنفشه نیست - پس الحمد که سر از فرمان نه چسبیده ام - اگر چه سرشته ادب
از دست رفته است - خطا نموده ام و چشم آفرین دادم - والسلام مع التحية والتكريم

قال نظیری

جذب عشقم فی المثل و حسن پیدا ساختن خضر چاه یوسف از آب حیوان نیستم
بدانست خاکسار قاتل از عشق و حسن دین شعر عشق و حسن مطلق خواسته است چنانکه این
هر دو مفهوم از حدیث قدسی کننت لکذا تخفیفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق
مستفاد می شود - کمتر مخفی همان حسن مطلق است - و اقتضای ذاتی که از لفظ آیهت متبادر
میشود تعبیر از آن بشق می توان کرد - اگر چه منشاء ظهور کمتر مخفی همان اقتضای ذاتی است
و بس - اما اطلاق منشاء بر ایمان موجودات - هم که بمنزله علتی مادی اند - مر آن ظهور را
در امثال مقدمات خطابی و شعر پیستوال کرد - قائل دعوی میکند و در دعوی خود
صادق است که منکله جمله ایان موجوداتم در پیدا ساختن حسن مطلق حکم جذب عشق پیدا
کرده ام - گویا خضم که از چاه یوسف نشان میدهم نه آن خضر که از آب حیوان نشان میدهم

تعلق داشت که در چه معاش و سامان قوت لایموت ایشان بود - بسیار قانع و غیور و فضل و
هنر از مال دولت مستغنی و در شعر و سخن و عند کمال فیه استادی علم بودند و نیز در طبابت
و سستی داشتند و نکته از اوقات عزیز را در محالجه و مداوای مرضی بدل مینمودند - از وصایای
ایشان که پیش از وفات با کمین برادر خود در میان نهادند یکی آن بود که دیوان اشعار
ایشان را بقالب طبع ریخته اشاعت آن کرده باشند - یگانه و او که هرگز در فزانه هنر و
هنر پرور بابو محمد عبد الله که برادر صغیر حکیم مغفور میباشند - با آنکه در مدارس انگلیسی تعلیم یافته
عمری دین وادی بسر برده اند و چنانکه داب اکثر از انگلش دانان است - ذوق شعر سخن
کمتر دارند و نیز از خدمات متعلقه خود فارغ نیستند - باز وصیت برادر مرحوم را از جمله فرائض
مکتوبه دانسته کوشش طبع و توبه فوق العاده و طبع و اشاعت کلام ایشان بکار
بروند - و مانند اخلاف رشید و اعتقاد سید وصیت آن مغفور بجا آورده نام برادر را
به گیتی نمر و خود را از برادر مکنون نام تر ساختند

لراقة

گر برادران ز قیاس مهره وستی و ز زنده چو رسد بفرزندان نوبت مگویم

عرض داشت بحضور نواب کلب علی خان سادر ریس امپور
و شکر عطیه یوان فارسی سوم به تنبیه و خاقانی و محمود شرفی و آیت الله

عالم پناها! سه روز است که بعدیک ماهه غریب تو ب که در اوایل رمضان
فجارتی بحسب ضرورت اتفاق افتاده بود بدلی رسیدم و بنه و نسخه اکیر اعظم کی

وَرَقَةُ التَّاجِ و دیگر دستنویس خاقانی بتوسط مکرمی میرزا داغ بر خوروم تمام بسبب
تاخیرے کہ در گذاردن فریضہ پیاس گذاری بالا مضطر لابلای اختیار بروے کار آمد
بغایت منفعل شدم اما الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ کار با حضرت کریمے است کہ ہم خطا پوش است
و ہم عزیز پوش - بالجله در شان این ہر دو شاہد غنا زبان مہج کشودن روشنمان سپہا
بظن و تخمین بر شمعون و عشرہ بحر محیط را بہ گزیمون است - سبحان اللہ باو عفو مغاخر
دینی و دنیوی و کمالات صوری و معنوی و فضائل علمی و عملی و محافل خلقی و خلقی و محاسن و بی
اکتسابی و نظم و شرا و وفاسی نیز کہ دون مرتبہ جلیلہ خادم والا مقام است مکانے احمد
کہ امر و با ذات قدسی صفات است - در عامہ ابنائے زمان عموما و در اہل صناعت
خصوصا کمتر دیدہ میشود - وَ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ
الْعَظِيمِ کسانیکہ شعرا قیص خود ساختہ اند و عمرے دراز و دین وادی خاک پیزی کو
ہر آئینہ از منظر لگاہ خسروی بر اعل و در افتادہ اند - آری ۵

فیض روح القدس ارباز مدد فرماید دیگران ہم بکنند آنچه سچا سچو

یارب شجرہ طیبہ ذات ملکی صفات کہ اصل او در زمین و فرع او فوق السموات است ابد
الابدین و دہر الداہرین از ثمرات کوئی والی بار و بر فرق ابنائے امانی و امال سایہ
گستر باد ۵

ایضاً

بعد از تقدیم و ظائف خیر اندیشی و دعائے صحت و سوسیت مزاج اقدس اعلیٰ کہ
عین معین فیض عام و رکن رکن بنائے اسلام است بعرض مطلب پر وازو - امید گاما
دین نزدیکی بمع فدوی ہوا خواہ رسیدہ کہ از ناخوشی ہائے دیرینہ دین روز تاقیر عمر

خود را بجنب عشق - و کمتر مخفی را کہ عبارت از حسن مطلق است - یہو سفہ رچاہ افتادہ تشبیہ
دادہ است و وجوہ تشبیہ ظاہر است فقط ۵

بنام جناب حافظ قاضی عبدالرحمن مرحوم پانی پتی متخلص بہ بن

یارب این قدر سرگرمی آرد و وفون سری خواہش اگر از جنون جوانی ہوس نہی
طبع خام است - حیرنم کہ دہم زم زخم دہوں در بالیدگی و پیکر جان در کابیدگی و بیتابی دل
و فرزونی و توسن صبر و صوفی چہر است - و اگر اینہمہ تو علمہ نیہا از خونگری مر و فاد بالادتی
شوق کار فرماست - انصیت کہ صاعقہ محبت ہنوز بجز من آسائش دست تہے نہما
و صرصر تاثیر دوستی بر ذہبے نیازی از خاطر باز کش برداشتہ - چہ اگر آنست ویر و صرصر
نہ بند و اگر نیست از دل بدل نہ دو پیوند کما بیش شش سال ست کہ دل جو یائے حال
جان آمد و منہ ملاقات و چشم طالب دیدار و گوش مشتاق پیام است - مہر کہ بچند از غصہ
انتظار و ندان بر جگر افشردہ و روزگارے بیاد و دستارے بسرودہ باشد سے و اند
کہ جاودان بہ عذاب و فح بہست تلابودن بہ کہ ساعتے در امید واری گذرانیدن - آہ اذکن
عمرے بدین غم و غصہ و تپش اضطراب گذرانیدہ و شبہا از قلق جدائی نختہ مد فدا اند
آویز شش رونی نیار میدہ ام ۵

بے تو گزیرستہ ام تلخی این روج بگند از مرگ کہ دہستہ بنگائے صحت

ہر چند و نگارش احوال خود و پرسش اخبار ہمدگر تصورے و درنگے کہ رفتہ نہ از آنو بلکہ آنسو
ہم بروے کار آمدہ - و ازینجا ست کہ در شکوہ گذاری خامہ را و نیستوانم کہ و - اما اگر راست
پرسی و از حق نہ ربخی نیستوانم گفت کہ دہ پرسن جوے اخبار و گفتیش احوال کوشتے کہ بجا آودہ

و جہدے کہ بکار برده ام مرا از عمدہ پیام گذاری و نامه نگاری بد آورده - اگر باز نکند اینک
عالمی بر صدق و عمو من گواه است - هر کجا که رفته - با کسی از روشناسان شما
بر خورده ام اول از شما پرسیده ام - باز سخن دیگر بر زبان رانده ام - اما از شما آئینہ التفات
بلکہ صدیک ازاں ہم چشم ندادم - و چگونه چشم توان داشت کہ با آنکہ زمانے دراز و پانی پت
اقامت و رنڈ و باسیاسے از آشنایان و بیگانہ صحبتها اتفاق افتاد - اما یاد دارم کہ در
پانی پت کئی کئی یاد آوردن شما ازین ناکس گننام بیان آورده باشد - حقا کہ استواری
اساس بر مروت و اتحاد و صفای مشرب عذب اخلاص نہ بجدیت کہ آن ہیچ صدمہ
جا تواند جنبید و این ہیچ کدورت متغیر تواند گشت - ورنہ داد آنت کہ در میانہ آشنائی
و بیگانگی گزشتہ پیش نیست ۵

نویسندہ از وصال تو طاعت گذار بود صد جاگرہ زویم امید بریدہ را

الحاصل بندہ تا یک ماہ در دہلی مقیم است امید کہ زوونہ دیر جواب این اخلاص نامہ از زانی
فرماید - بدین نشان کہ لفافہ در دہلی متصل چلی قبر برکان نواب محمد متضی خان مرحوم
مکتوب الیہ برسد - ان شاء اللہ تعالیٰ بعد رسیدن جواب آن سرگزشت ایام جدائی
ب تفصیل نگارش خواہم کرد - اکنون کہ ورق بپایاں رسید و مجال وقت تنگ افسانہ بر ما رہ
نامہ بر سرف اشتیاق تمام ختم شد - والسلام والا کرام

ایضاً

رسید نہاے منتظر ہا بہ استخوان غالب پس از عمے بیاد دم اور دم را و پیکان را
الحمد للہ کہ نامہ والا بعد مدت دراز رسید و رابطہ دیرینہ را نوی بخشید و مرا از شکایتہا بجا

منتقل ساخت - و انتہی کہ بر انداختن مرا ہم صورتی پیوند مسنوی را زیان نہ دارد - اما این
ہست کہ چوں راہ نامہ پیام بستہ شود و این حالت سختی بر زانی کشد تلکہ را از ہر دو
جانب بکلم بے اختیار یہاے شوق سر رشته ضبط و مکین از دست زد و سر حرف باز نتوان
کرد - و باخبار ہمہ گر بر نتوان خورد - گمان نیز نہ کہ در پردہ سپاس گذاری بر دوست منت ہم
ہمانا شکرے کہ بوسے شکایت نہ دہد و سخن کہ بکلیا ادا کردہ نشود - بیگانہ مذاق آشنائی است
ورنہ عاشا ثم عاشا کہ اندیشہ دیگر در سینہ اخلاص آگاہ گنجایش داشتہ باشد - چوں از سر گشت
تخلص استفسار فرمودہ اند پارہ ازاں گذارش کردہ میشود - مخفی مباد کہ ہر گاہ سنگ تفرقہ
بر بر جمعیت رسید و گلشن فراخ را موسم خزان پیش آمد - شہادہ گور گانہ از یار و دیار دور
من ہم بہ پانی پت در کنجہ جدائی رنجور - دوسہ سال در بیت الحزن معذرت بودم دل میرد
را بوعدہ امر و زور و فراہمے فرنیستم - تا آنکہ لشکر وحشت ہجوم آورد و سر رشته ثبات از دست
رفت - رخت سفر بدہلی کشیدہ آمد - و از آنجا بمیرٹھ و از آنجا بہ مرد آباد - و باز از مرد آباد
بجانب سکندریہ اتفاق مراجعت افتاد - رفتہ چند ہم در آنجا بخدمت برادر کرم اقامت
و ندیدم - چوں دوسہ ماہ بریں برآمد و خواہش کہ دریں کشش و کوشش مطمح نظر بود و روائی
نہ پذیرفت - ناچار باز ماندہ سازگار در ساختم - نواب محمد مصطفیٰ خان بہادر رئیس جہانگیر
در بلند شہر اقامت داشتند - مرا بخدمت ایشان بردند - بعد از آنکہ گفتگو با و پس چو با
ہم میان آمد بکلم مناسب کہ دیدند مرا در گوشہ خاطر جا دادند و بہا ز مست خود برگرفتند - کما
بیش چار سال است کہ در جہانگیر آباد زندگانی بسر ہم - وجہ معاش اگرچہ تا قتل کافی است
اما لطف صحبت از حوصلہ توقع فزوں تر است - دریں روزگار کہ آدمی عتقا و آدمیت حکم
کبریت احمد دارد - ملازمت این یگانہ رنڈن طبع آگاہ دل را از فتوحات غیبی ہم ششم

ذہن ثاقب و فہم رسا و طبع جاو و خلق کریم و فکر صاحب نظر عتیق بدین پایہ کمر ویدہ شد
الحق فرشتہ راطع کرشمہ سنج و خاطر سحر آفرین بخشیدہ بصورت انسان آفرینندہ لوگنا
خون گرمی خلعت الصدق ایشان نواب محمد علیاں کہ بجللیہ تہذیب آراستہ وزیر الوہیت
پیراستہ مروت است مرا از من ربوہ است سخن کوتاہ حالتہ دایم کہ اگر چہ برین شک
بروئے رسدش ۛ

روزگام گرچہیں با او نظیری بگذرد رشک آعلیٰ را برین احوال من

شنیدہ ام کہ دیدن عرض مدت و زرش سخن را بغایت کمال رسانیدہ اند از منزل
صاحب اکثر تائیدها و بارہ آن مکرم شنیدہ ام حیث صد ہزار حیف کہ من بگفتار شما
کار کام و نبال نسازم۔ و بیگانگان ازاں کامیاب شوند۔ امروز بہ پانی پت میسر دم
رمضان ہم در آنجا بسر می برم۔ پارخ اخلاص نامہ بہ پانی پت فرستند۔ و زود فرستند یک
دو غزل از تلمیح فکر بندہ در آن صحیفہ رقم فرمایند۔ و اگر فرصت دست دہد۔ و زمین غزل
تظیری کہ بالا گذشت سگالش فرمودہ سامعہ یاراں بنوازند۔ بار ما تذکرہ صاحب با
خواب صاحب در میان آمدہ است۔ اما از گفتار شما ہیچ نشنیدہ اند۔ و لاکن شوق بسیار
دارند۔ و اگر آفکہ طول ایام جدائی بغایت رسید۔ و چرخ مشغوبہ ہمچنان در صدد تفرقہ
اندازیت۔ و فرصت جمعیت چون وقت رفتہ باز آمدنی نہ نماید و غالب کہ نقیصہ
زندگی در آرزو مندیہا بگذرد۔ اکنون کہ ماہ رمضان است۔ تقریب غم وطن بہتر از
بدست نخواہد آمد۔ اگر آں مکرم نیز دریں ایام بہ پانی پت بیایند و ماہ مبارک ہم در آنجا
بسر برند چہ خوش باشد ۛ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ اَیُّهَا الْکَافِرُونَ ۛ

بنام جناب منشی میر احمد صاحب مینائی

ساختن ممنون دیدار و بخت سر سوختن از قصر فہامے جان خدا و اوست
یارب ہر دوسے را بدوائے چارہ میستوان کرد و ہر گریہ را بنائے باز میتوان
نمود۔ اما سوز و دل کہ تمنا نام دارد و نام دگرش ناشکیبائی است چہ باز جستہ است کہ
بہ ہیچ افسوں چارہ نپذیریت۔ تشنہ را بدیم آبے و گرسنہ را بہ پارہ نانے تسلی میتوان
داد۔ و آرزو مند و یاد را بوصول جادوئی سیر متوان کرد۔ از اینجا است کہ پروانہ در صف
چراغاں از تپ و تاب باز نہ است۔ و بلبل در عین بہاراں از نالہ و شیون دم
فرو نہ گیرد۔ گوئی مغلوب سطوت شوق نوش از نیش و ہجر از وصل باز نشناسد۔
وَاللّٰهُ دَرَمَنْ قَالَ ۛ

قَالُوا لَقَدْ اَلْحَقَ الْحَقُّ لَلْمُحْجُوِّ تَسْلِيَةً وَلَكِنَّ هَذَا يَسُوُّ هَذِي فِي هُجُوِّ
فَالْوَصْلُ عِلَّةٌ هَذَا الْاِعْتِكَالُ فَهَلْ يُحَوَّلُ السِّتْمُ تَرِيًّا قَاتِلَتُكَرِيْسَ

بے بر نیامد کہ نامہ نامی خدام نزول اجلال فرمودہ از جمال دل آراے لیلی نثر و جلوہ ہوش
رباعے شاہد نظم و دو غزفہ حدیقہ معنی بروے دل باز نشود و از حضور روحانی کہ حکم سابقہ
ازلی و ایما میسر بودہ است و خواہد بود بہ شہود جسمانی رسانید۔ و حجاب ورمی کہ پردہ صبر
بودہ غشاوہ بصیرت از میان برداشت۔ جائے آن بود کہ ازیں شادی برخوردار باشد
و در پیرہن بچہ میسر۔ اما شلم شرق کار فرما نگذاشت کہ لختے بخود آیم و از صبر رحمت
بہرہ ربایم۔ بالجمہ جگر تشنگی طلب بجائے رسیدہ کہ بزلال وصال ہم فرو نشستنیت
تا بہ نامہ و پیام چہ رسد۔ چہ راغم کہ دریں کشش و کوشش چہ می جویم و چہ می خواہیم

سیگریم و از گریہ چو ظلم خجست نیست در دل تپست بہت نازم کہ کہ است
 ہیہات مضمون شکر ہمہ در لباس نظم ادا کردہ شد و باندا ذہ شورش نہاں ہنوز یکے
 صد گفتم ام۔ بہ کہ بجز بیان معترف شوم و سخن بریں یک بیت عرفی تمام کنم
 غمزہ چوں تیغ ز ندلب نہ کشائی عرفی کہ بہ تخمین تو کیفیت زہمارے بہت
 والتکلیف

سہ لہدی میر محمد عبد الباقی صاحب غزلیہ عباسی۔ غزلیہ سبب ارادہ صبح

نظم عربی

نظم عربی جو محمد می منشی محمد کرم اللہ خان ام بقا و ہم کی شاہد کھانی
 کے موقع پر بطور مبارک باد کے بیماری کی حالت میں لاہور دہلی بھیجی گئی

بِنَفْسِي مَا بِهِ جَاءَ الْبَشِيرُ وَمَا أَقْدَى بِهِ شَيْءٌ يُسِيرُ
 فَبَشَّرَنِي وَقَدْ الْقَيْتُ سَمْعِي بِسُورٍ لَا يَكْفِيهِ سُرُورُ
 فَقُمْتُ إِذْ أَوْكَيْفَ يَقُومُ مِثْلِي خَيْفًا لَيْسَ بِيَعْتَهُ النُّشُورُ
 شَكِيًّا لَا يَصْأَحِبُهُ أَيْسُ غَرِيًّا لَا يُزَارُ وَلَا يُزَوَّرُ
 نَسِيتُ وَلَمْ أَكِدْ أَنْشِي هُمُومِي فَمَا هَذَا النَّشَاطُ وَذَ السُّرُورُ
 أَرَى الْأَرْجَاءَ قَدْ ثَلُثَتْ بِهَاءٍ وَفِي الْقَمَرَيْنِ فَوْقَ النَّوْزِ
 فَيَا لَلرَّبِّعِ مَنْ رُبِعَ بِهَيْبَةٍ بِهِ صَعْبٌ وَإِخْوَانٌ حُضُورُ

۱۔ میری جان خدا سو اس خبر پر چو قاصد لایا جو۔ مگر جو چیز میں خدا کرتا ہوں وہ حقیر چیز ہے ۱۲

۲۔ اُس نے مجھے ایسی خوشی کی خبر دی جس کی کوئی خوشی برابری نہیں کر سکتی ۱۳

۳۔ میں خوشی کے مارے کھڑا ہو گیا مگر مجھ جیسا نہ تو ان کیونکر کھڑا ہو سکتا جو جکیو یوم نشتر بھی نہیں کھتا ۱۴

۴۔ ایسا بیمار جکا کوئی نہیں اور ایسا سا فرزند اُس سے کوئی لے اور نہ وہ کسی سے لے ۱۵

۵۔ میں بھول گیا اپنے رنج جکیو بھول نہ سکتا تھا یہ کیسا نشاط ہے اور کیسی خوشی جو ۱۶

۶۔ میں چاروں طرف روشنی ہی روشنی دیکھتا ہوں۔ اور چاند سورج میں معمولی نور سے زیادہ نور پاتا ہوں ۱۷

۷۔ وہ پر رونق مجلس کیسی مجلس ہوگی جس میں یا اور بھائی جمع ہوں گے ۱۸

كَانَ النَّاسُ حَوْلَ لَعْنَتِي كَانُوا
وَارَجَوْ حَضْرَةَ الْأَصْحَابِ فِيهِ
فَان يَكْ فَاتَّبَعِي مَا كُنْتُ أَرْجُو
أُحِبُّ وَلَسْتُ أَكْذِبُ عَرَسَ قَوْمِ
أَبُوهُ خَجْدَهُ وَهَلْ جَعَلَا
لَهُ فِي ذَاتِهِ كَرَمٌ عَمِيمٌ
فَقَرَّتْ أَعْيُنُ الزَّوْجَيْنِ قَرًّا
وَكَانَ مُبَارَكًا لِهَمَّا أَرَادَا
فَبَاطَنَهُ كُظَاهِرُهُ صِلَا
وَأَخْرَجَهُ كَأَوَّلِهِ جَبُورُ

۱؎ گویا کہ لوگ دو طرفہ کے گرد ستارے ہیں اور ان کے بیچ میں چاند روشن ہو ۱۲

۲؎ میں دہاں یاروں میں شامل ہونے کی آرزو رکھتا ہوں۔ دلی شوق سے نہ جھوٹ موٹ ۱۳

۳؎ پھر اگر میری یہ آرزو پوری نہ ہوئی تو بڑی دولت میرے ہاتھ سے جاتی رہی ۱۴

۴؎ میں سچ کہتا ہوں کہ مجھے ان لوگوں کے دو طرفہ سے محبت ہو جن کی اور جن کے دو طرفہ کی بہت بڑی شان ہو ۱۵

۵؎ دو طرفہ کے باپ اور دادا اور پر تک یا سردار تھے یا دو متمند یا حاکم ۱۶

۶؎ دو طرفہ کی ذات میں بھی کرم عظیم ہے۔ جیسے کہ اُس کے نام میں مشہور کرم ہے ۱۷

۷؎ خدا کرے جب تک کہ دنیا قائم ہے۔ میان اور بنی دونوں کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں ۱۸

۸؎ اور دونوں کو یہ عقد خالص محبت کے ساتھ مبارک ہو ۱۹

۹؎ اس عقد کا باطن مثل ظاہر کے بھلائی ہو اور اس کا آخراول کی طرف خوشی ہو ۲۰

ذیل کی بیات دلی کے اجاب کو لاہور اسوقت لکھنؤ بھی گئی تھی جبکہ اقم
دلی سے بد لکھ لاہور شہر تشریف میں چلا گیا تھا اور دوستوں کی جدائی میں غم تھا

هَلْ مِنْ يَبْلُغُ عَنْ مَحْضُورِهِ هُوَ
عَنْ مَبْلُغٍ فِيهِ بَعْدَ الْكُورِ بِالْهَوِ
إِلَى دِيَارِهَا سَلَمَى أَهْلِيهَا
أَنْ لَمْ يَكُنْ فِي رِجَالِ الْبَيْنِ مِنْ خَيْرِ
هَلْ فِيكُمْ مَنْ يُوسِخُ خَائِرًا سِفَا
بِمَا مَضَى مِنْ وَامِ الْقُرْبِ الْأَوْرِ
وَلَمْ يَزَلْ حَذَّانَ الدَّهْرِ يُرْجِعُنِي
يَوْمًا يَجِدُ وَيَوْمًا كُنْتُ فِي غَوْرِ
لَكِنِّي رَاكِبٌ فِي حَيْكَةِ قَدَرِي
فَلَنْ أَتَوَلَّ عَنْ طَوْرِ إِلَى طَوْرِ
إِنِّي أُحِبُّ وَأَهْوَى أَنْ لَا فَيْكُ
وَأَنْ لَمْ يَكُنْ فُكْرُكَ مَسْعَايَ أَوْ سِيَرِي
إِنِّي أَرَانِي وَقَدْ انْصَبْتُ مِنْ نَصَبِ
بِحَيْثُ لَمْ أَبْقِ أَنْ أَمْتَا عَنْ غَيْرِي
وَإِذْ رَأَيْتُ قَضَاءَ اللَّهِ مُحْتَكَمًا
رَأَيْتُ لَفْعِي طَوِي فَيَا بَرِي ضَعِيفِي

۱؎ کون ہے جو پیغام پہنچانے لاہور میں گھرے ہوئے کی طرف سے جو کہ دہاں اگر آسائش کے بعد تکلیف میں مبتلا ہو ۱

۲؎ اُس یار میں جہاں سلی اور اُسکے مالی موالی بستے ہیں یہ پیغام کہ جدائی کے زمانہ میں بھلائی بالکل نہ تھی ۲

۳؎ کوئی تمہیں ایسا ہی کہ جو غمخواری کوے ایک حیرت زدہ کی جو گزشتہ صبحتین دو ملاقاتوں پر نفوس کر رہا ہو ۳

۴؎ ہمیشہ زمانہ کے انقلاب مجھے بے آرام کرتے رہے ہیں کبھی بلند جگہ اور کبھی پستی میں میری گزشتہ رہی ہو ۴

۵؎ لیکن تمہاری محبت میں میرا قدم جا ہوا میری سوز میں ایک حالت سے دوسری حالت پہنچنے والا نہیں ہوں ۵

۶؎ میری خواہش اور میری آرزو یہ ہے کہ تم سے ملوں اگرچہ تمہاری طرف دھڑلا اور چلنا میرے اختیار میں نہیں ۶

۷؎ میں جیکہ غم سے تحلیل ہو گیا ہوں اپنے تئیں ایسا پاتا ہوں کہ اپنے میں اور دوسرے میں تمیز نہیں کر سکتا ۷

۸؎ مگر میں نے علم الہی کو سر اسر حرکت سمجھا تو مجھے یقین ہو گیا کہ میرے غم میں میرا لفع مضمر ہے ۸

اَرْجُوْ مِنْ اللّٰهِ بَعْدَ الْعُسْرِ مَيْسِرَةً اِمَّا عَلٰی مَوْلَاةٍ مَّا اَوْ عَلٰی فَوْرٍ

ذیل کی نظم کا ردی صاحب کی شان میں سوقت لکھی گئی تھی جبکہ وہ لاہور میں قائم مقام ڈاکٹر سر شمسہ تعلیم تھے اور راقم سر شمسہ ترجمہ میں کام کرتا تھا۔ اور صاحب مدح سے ایک معاملہ میں سفارش کا خواستگار تھا۔

لَنَا اَسِيَابٌ بَيْنَ عِنْدِ خَصَامِنَا تَكُونُ بَنَانٌ نَلْتَجِيْ بِالْقَصَائِدِ
فَنُثْنِيْ عَلَى مَنْ كَانَ يَكْفِيْ اَمُوْرَنَا وَلَا سِيَّامَنْ كَانَ اَشْعَرُ نَاقِدِ
وَاَنْتَ الَّذِيْ تَحْوِي الْفَضَائِلَ جَمَّةً كَمَا تَحْتَوِي الدَّمَاءَ جَمَّ الْفَوَائِدِ
فَتَشَاكَ تَفْتِيْشَ الْحَاجَةِ عَنِ الْعَدِيْ فَلَمْ تَرَسِيْثًا فَيَكْ غَيْرَ الْحَامِدِ
لَقَدْ قَلِمَا وَلِيْتَا اَمْرَ جَمَاعَةٍ فَمِيْزْتَ مِنْهُمْ وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدِ
وَمَنْ ذَا الَّذِي يَغْرِزُكَ ذَرْبًا سَانِدٍ فَاَنْتَ لَا تَنْشُرِيْ ضَالِكَ بِكَاسِدِ

۱۱ اب میں خدا سے سختی کے بعد آسانی کی امید رکھتا ہوں خواہ کسی قدر دیر کے بعد اور خواہ جلد ہی ۱۲

۱۳ ہمیشہ اوسے جب میں کوئی حاجت پیش کرتی ہے تو وہ میرے قصائد کی پناہ لیا کرتے ہیں ۱۴

۱۵ ہر شخص کی تعریف کرتے ہیں جو ہماری کار بر آئی کرے خصوصاً ایسا شخص جو شاعر اور نقاد بھی ہو ۱۶

۱۷ اور تودہ شخص جو کہ تجھ میں بہت سے فضائل جمع ہیں جیسے کہ دنیا میں بہت سے فوائد جمع ہوتے ہیں ۱۸

۱۹ ہم نے تیری اس طرح چھان بین کی جیسے تختہ پیدائش اعدا کی کرتے ہیں مگر نہ دیکھی ہم نے تجھ میں کوئی شے جو بیوک سوا ۲۰

۲۱ تہہ توڑے ہی دن پر تو ایک محکمہ کا انسر بنایا گیا، سو تو نے اسیں ایک ایک کو اچھی طرح پرکھ لیا ۲۲

۲۳ وہ کوئی شخص جو جسکی چرب زبانی تجھ کو دھوکا دے سکے۔ کیونکہ تیری پسند نہ آنے کو نہیں قبول کر سکتی ۲۴

۲۵ اس کی نقدی صاحب میں جو آخر کو شیعہ منت مقرر ہو کر میرا ہلاک کئے اور کئی سال ان کا زیدیٹ رہے ۲۶

وَلَمْ يُنْسِكِ الْغِيَابَ عَنْكَ مَغِيْبُهُمْ نَعْنِدَ اِلٰهِيْ الْغَائِبِيْنَ كَشَاهِدِ
اَتَيْتَ بِبَيْدٍ لَمْ يَجِدْ قَبْلَ وَاحِدٍ اِلَيْهِ سَبِيْلًا مَنْ ذِكْرِيْ وَخَامِدِ
كَشَفْتَ غَطَاءَ عَنْ خَبِيَاَتِ هُوْمٍ كَمَا يَكْشِفُ الصَّبْرُ الدَّجِيْ عَنْ مَرَاقِدِ
وَهَلْ بَعْدَ هَذَا الْفَضْلِ لِلْمَرْحَلَةِ اِلَى غَيْرِهِ مِنْ بَتْنَاتِ الشَّوَاهِدِ
مَدْحِكَ حَتَّى غَايِرَ مَطَرٍ مَبَالِيْهِ وَشَانِكَ عِنْدِيْ فَوْقَ تِلْكَ الْحَامِدِ

سبارک باد شادی کتخدانی جناب مرزا شریا جاہ صاحب گورگانی
خلف اوسط جناب مرزا ہدایت اقرار المعروف مرزا انبی بخش مرحوم
جو میرے عزیز دوست مولوی مرزا اشرف بیگ مرحوم کی فرمائش

سے لکھی گئی تھی

اَبَيْتُ اللَّعْنَ فُجْبَةً اِلٰ قَوْمٍ اِلَيْهِمْ يَنْتَهِيْ كُلُّ الْمَعَالِيْ

۱۱ تجھ کو غائبین کا نظر سے اوجھل ہونا بھلا نہیں سکتا تیرے نزدیک غائب اور حاضر میں کچھ فرق نہیں ۱۲

۱۳ تیرے ایک ایسا نادر کام کیا جو کہ تجھے پہلے کسی ذکی یا غبی کو اس کا رستہ نہیں ملا ۱۴

۱۵ تیرے ہر امر کی نظم کی مشکلات کا پردہ اس طرح اٹھا دیا جو جیسے صبح خواب گاہوں سے اندھیرا زائل کرتی ہے ۱۶

۱۷ کیا اس فضیلت کے بعد آدمی کو کسی اور روشن تر شہادت کی حاجت باقی رہتی ہے؟ ۱۸

۱۹ میں نے تمہاری تعریف سچ غیر مبالغہ کے کی ہے مگر میرے نزدیک تمہاری شان اس تعریف سے بالاتر ہے ۲۰

۲۱ تیرے خلعت سے محفوظ رہو۔ اے اُن لوگوں کی اولاد کے انتخاب میں کی طرف تمام برائیاں منتہی ہوتی ہیں ۲۲

۲۳ اس کا ردی صاحب نے ان کے مشہور شاعر ہرمر کی کتاب نظم یعنی البیہ کا ترجمہ یونانی سے انگریزی نظم میں کئے چکے ہیں
۲۴ میں بڑی شہرت حاصل کی ہے۔ اسی ترجمہ کی طرف اشارہ ہے ۲۵ عالی رتبہ عرب زادہ جاہلیت میں سلاطین و ملوک سے
خطاب کرتے وقت یہ جملہ بعد تحیت و دعا کے بولا کرتے تھے اس کے نظری سننے میں کہ تو لغویان و بدعہ ماسے ہمیشہ بجا چاہو ۲۶

لهم بين الوزي ذكر رفيعه
وشان في ملوك الدهر عال
وانك انت يا من طاب نفسا
لهم خير الجود ودخير ال
خطبت كريمة من طيبات
اولات الفضل خيرة الفعل
فيا المنتدى خير التوادي
به حقت موالات الوالي
ويا للعز من فخل كريم
اليل المجد محو الخصال
يحيى بما يصون ولا يباهي
ويفعل ما يشاء ولا يبالي
يحب السائلين بغير مكث
ويعطى العائلين بلا سوال
وان يك اصغر الاقران سنا
فاكبر هم بلو عافى الكمال
فبورك فيه مادام الدنيا
وما انسح النهار من الليالي

۱۳۴ جن کا نام دنیا میں بلند ہو اور جن کی شان شاہان عالم میں عالی ہو ۱۳

۱۳۵ اور تو اسے پاک نفس! ان لیے آبا و اجداد کی اچھی مثال ہو ۱۴

۱۳۶ تو نے شہر آبی اور بڑائی و الیوں اور پسندیدہ خصال مستورات میں سے ایک عالی خاندان کی سے شادی کی تو ۱۵

۱۳۷ پس وہ کسی شاندار محل ہو گی۔ جہاں دوستوں میں محبت متحقق ہوتی ہے ۱۶

۱۳۸ اور کیسا شاندار و دلہا ہی جو انفرادی بزرگی والا اور پسندیدہ خصلت والا ۱۷

۱۳۹ وہ دیتا ہے جو چیز نہیں بچاتی اور غصہ نہیں کرتا اور کرشمہ ہے جو چاہتا ہی اور کچھ پروا نہیں کرتا ۱۸

۱۴۰ مانگنے والوں کی بلا توقف سنتا ہے اور محتاجوں کو بغیر مانگے دیتا ہی ۱۹

۱۴۱ اگرچہ عمر میں بچپنوں سے چوٹا ہے۔ مگر کمالیت کی حد کو پہنچنے میں سب سے بڑا ہے ۲۰

۱۴۲ پس برکت دیا جائیو جب تک کہ آسمان پر شریک ہے اور جہنم کے راقوں سے دن پر آم ہوئے ہیں ۲۱

قصیدہ بایہ

وشان حضرت شاہ عبدالغنی قدس سرکہ ہنگام قامت آنجا بے دینیہ منور از
ہند بخدمت بابرک ایشان تبادہ شد بود و از آنجا اطلاع رسیدن آیت
حضرت ایشان بدستخط خاص و عبارت مندرجہ ذیل دادہ بودند

بسم الله الرحمن الرحيم من عبد الغنى ابن ابي سعيد الى الفاضل النبيل والا ديب الجليل المولوى
الطاف حسين - السلام عليكم ورحمة الله وبركاته - وصل مكتوبكم الشريف مع القصيدة الى المصدق
مع فصاحتہ و بلاغتہ لا يخلو عن الشين من جهة المهر من لا عيب فيهم غرات سيوفهم فيها
ناول من قرام الكتاب . واستحسنها بعض ابناء المدينة المنورة لما فيه من البواعث والفصاحة والله
يتجاوز من ذللى وينفعكم يا على منايا وما ذب بجاه صاحب الشفاعة الكبرى سيدنا محمد وآله
واصحابه فلك السعادة ونجوم الهداية بلا ريب وتخلل - والسلام -

هو الى الخور يلقى كل جبر و نادب
وفتنه قيسيس و نرلة راهب
وهزم لمنصور و فتح الخاذل
وعز لمغلوب و ذل لغالب
وما من نساء الحى للعز فخلص
بلح قد استأسرن اهل التجارب
وليس بداء كاد يشفى سقمه
صباية قلبى بالعداوى الكواعب
قد اختطفت لى و روى ملحمة
باطف مدار لا بعيس معاتب
معطلة الاراء من غير رقية
مقتلة الاخشاء لا يا مضارب
وصاحبة العشاق لا فى مكاره
وكاذبة الميثاق لا بالمراقب
لغى نظره منها و غمى و لمحمة
بلاء لذي و رى الى الله تائب
وكم من حياء دونها و تصعب
وحصن من التقوى و خوف العواقب
عجبنا لما قد خر موسى صعقه
ولكن راينا عند كشف الجلابيب

ذهبنا لنهيهما بنا عن مشاغل
اشد بلاء وصلها من فراقها
أراقب وقت الوصل من غير موعده
اليلاني ما اغناك عن شأن مواعيد
تناسيت في ذكراك علما وحكمة
ذهبت بصبري يوم اقدمت في المحي
شغلت بلحظ قلبي ناعن مشاغل
يغتنى على ابصارنا منات جلوة
عتابك خلق في المذاق فعاتبني
ودون قلب العاذلين بنظرة
لجنة لا تشكو احزينا فرتبما
ذروني وقلبي بالندايا فانه
لقد قل عوني في آخر كثير
ولي من موالي انما انا بينهم
وفيما الى سلمي وصولي فانني
لا صبر يوم البين كالليل مظلم
كما اظلم الدهلي بتغريب كوكب
عرف غزير العلم هادي ومرشد
صبري على البلوى شكور على الله

لا تشكو من الاشياء بشكوه كورن ۱۲

مدار كمال سقدي كل كمال
اذا ما قضى عدل صدق اذ اروي
وحيد الودي عبد الغني الذي له
يقوم غني جالس الشيخ ساعة
وترجع رجعا فهقرتي دون باب
ليعلم علم الناس بالشمس الضحى
بدايته اقصى نهايات ممتدة
مهاتمة في نفيس الف وواصف
هو السابق الغايات من صاعدا على
كراما تهم مشهور في مشارق
لا وضربها في اختصاصهم
صيا تهم من كل طاع وعانيد
ومن يصدون السبيل امامهم
فلما احيطوا انما كان حولهم
ولما اتى نصر من الله بغتة
ناثرة شرع غريبا وقاطنا
ولم يرو حتى اجتاز ابار قوميه

له اشارة الى ما نقل عن بعض الثقات ان الشيخ الممدوح راي ليلة سيد الطائفة خواجہ بہاء الدین
النقشبند في المنام فبايعه بلا واسطة بعد ما بايع شيوخ جمعة مع اقرانه والله اعلم بحالی

مَلَحْنَا مَا اخْتَصَّ الْوَلِيُّ مِنْ مَرَاتِبٍ وَفِي الشَّيْخِ شَأْنٌ فَوْقَ تِلْكَ الْمَرَاتِبِ
سَيَنْقَدُ دُونَ الْإِبْتِدَاءِ بَوْمُ صَفِهِ أَقَاوِيلُ وَصَافٍ وَأَوْصَافٍ كَاتِبِ

سباحت با خطاب شمس العلماء به جناب لانا شبلی نعمانی کہ علیگڑہ نوشتہ

يا وحيداً من الكرام فريداً وعزيراً كمثلي علق نفيساً -
انت اولى بأن تلقب شمساً بل بأن يحلوا شمس الشموس
انت شمس المثل ولست بشمس يعترها الخنوس بعد الخنوس
انت طهرت ديل بين مبين لوثته اللثام بالتدليس
ثم دافعت عن امام نقي كان بعد النبي خير رئيس
وعن الحق قد كشفت غطاءً بعد ما غلقه بالتلبيس
سرت في الارض انت براوهرًا للمعالي ولا لاهل خسيس
قلد وله التزام مد رس قوم فيه يرجى لهم كمال المنفوس
فتقلدت والترصت لزوماً خدمة المسلمين بالتدليس
قمت بالدس الداسة فيهم فارغاً عن رياسة ورئيس
وجعلت الكمال غاية هيم واتخذت الكتاب خير جليس
فعلى القى ملازمها لك حق كلهم من وجوههم وروس
صبا لك الله عن مكاره حتى صرت كالقلب منافي الخيس

نظم عربی

ضاعت نامہ موسومہ علی حضرت لانا و مقتدا نا شاہ عبد الغنی
قدس سرکہ با قصیدہ بانیہ در مدینہ منورہ ارسال شدتہ بود

هذه نبذ كلمات عديدة وعدة ابيات غير مسديدة يتوسل بها العبد
الذليل الصفا ليدين الملتزم بالشعر الشين المتشبت بالطاف تحيين كان الله له
ولوالديه في النشأتين الى المولى الجليل والشيخ النبيل بالك ازمة الاستكمال و
التكميل الهادي الى سواء السبيل قدوة السالكين زبدة العارفين رأس الفقهاء
والمحدثين قطب الملة والارشاد قبلة الابدال والا وقاد صد الشريعة الغراء
عماد الملة البيضاء ومظهر الانابة والاجتهاد اوجه العلماء الاعلام مجاور
حرم خير الانام وارث علم النبي مولا نا ومرشد فاشاه عبد الغنى المجدى
التقشبدى الهندى المدينى لا تزال ظل فيضه قدوة او قرع باب مقصودا
سمعت يامولانا ان اعرابيا جاء الى هارون الرشيد بماء كدر ولم يجا به كان يظن الماء
احلى من شرب النبات واصطف من ماء الفرات تقرب به الى الخليفة وجعل هدية
له فدخل المجلس عرضة عليه فاذا هو ماء منقن الريح مرق الطعم كد اللون فقهر
هارون واطلع على داخلة امره وعلوان الماء وان يات ملحا في نفسه ولكنه حلو
في مذاق الاعرابي فذم القوم عن هتك سره وافشاء امره لئلا ياخذ الندم
فيرجع خائبا أسفا وامر بعطية جليدة له واخرجه على الحال من بغداد مخافة ان

یقیم ہوا ویشرب من ماء ورجلة فیجد حلاوة فی ذوقه و لطافة فی طعمه فیستحیی استیحاء
النادم و یوض بنان السادم فکذلک ازجوانا ایضاً یا شیخ یا مولای ان تنظر الی ما
ارسلت الیکم من کلام عجین و قول غیر متین نظراً یا القبول فاذن یعوض ما فیه من الخطاء
صواباً و من النقص تاماً فان من رجال اذ امروا بالغموض اکرما و ان تدعونی بدعوة
تکشف عن الغمة و تدركنی بصر الهمة و یذل الغمة مستعیناً بجانب سید المرسلین و
متمسکاً بذیل رحمة العلمین فداه امی و ابی صلوة الله و سلامه و آله و اصحابه اجمعین
فانقذت نفسی الی هواء و حلاط بشار شرابی بلاء اخلاق من الشدة و لا سبیل الی الرشاد
قد اخترت علی الاجل عاجلاً و العجیل انی کما لاجل مقفی رضیت من الجلیل
بحقیر و الحقیر ایضاً لیس بموجود فیا اسفی قد وقعت سہامی کلہا عن هدف
المقصود و بقیة صفرا لکف فی الدنیا و الآخرة

کیف الوصول الی معاد و دودتها قلل الجبال و دودتها حقوف
والرجل ما فیه و مالی مرکب و الکف صفراً و الطريق مخوف
فما انت یا شیخ یا یارها العزیز مستناً و اهلنا الضر و جئنا ببضاعة مزجاة فافق لنا
الکیل و تصدق علینا ان الله یجری المتصدقین و سلام علی عبادہ الذین
اصطفی من مجادری حرم المصطفی صلی الله علیہ و آله و سلم

و سر خط بنا مکتوب کے نام میں پہلے خط او قصید کی سید کا فکر و اثر

الحمد لله رب العلمین و الصلوۃ و السلام علی سیدنا و نبینا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین
و بعد فیا ایہا الشیخ یا مولای سلام علیکم ازکی سلام ثم سلام علیکم الف الف سلام

قد بلغنی منکم ما کنت ازجوان من بشارۃ القول و اجابۃ المامول فشکروا لکم بعد شکر علی ما
اودکمونی و قد لکم بالی من محاسبة الساعات و مراقبۃ الاوقات تالله لقد قنرت من
الامال بما لا یزنی و نلت بموهبة منکم عظمی و من مثلمہ شیئ سیر کر فیه من خیر کثیر
فانکم الیوم منتمی قصد و قصادی اصل لكل قریب و بعید شقی و سعید و انتم بارض
تراجھا شفاء الاسقام و مقام کریم لا یحله الا الکرام و انا العبد الذلیل الملتزم بالشرف
الشین المدعو بالطاف المحسین تجاور الله عما جنت یدتی و غفر الله لی و لوالدی سلام
علی عبادہ الذین اصطفی من مجادری حرم المصطفی صلی الله علیہ و آله و سلم

مکتوب بنام مزار اشرف بیگ حرم دہلوی از لاہور

سلام علیکم سلام غریب بعید لدا ارجمی الاوطان و الاوکا و طویل اللیل عبوس
النهار قد حل امرضالا انیس بها و لا صاحب و ضاقت علیہ بما رجبت فاعیت بہ
المذہب لا یتمکن من عزہ فیصیر قصده و لا یقدر علی نفسه فیبری دشتہ
قد ترکتم غرضاً لسهام الام و دترتہ لطمعان الاحزان و الاسقام و حیندا
طریداً بانما بعیداً خزیناً کثیراً قلتما مکروبا و لکنہ مع ما بہ من الهم و الشغی
و الحزن و الابی و کابة الفراق و حزانۃ المشتاق و لوعة قلبہ و لغو حجبہ و شینت بالہ
و جزاء و بلبالہ لا یکا و یشغلہ عنکم شاغل و لا یحول بینہ و بینکم حائل و قد القی
ذکرکم بین عینیہ لیأس بہ و یسکن الیہ و کما یبلغہ کتاب او تہب روح خطاب
من عند احد من الاحباب یخیرہ شوق الی شوق و یجشعہ من الهم ما لا یسعه
الطوق فالحمد لله حمد الصابونین الراضین بقضائہ کلہا قضی الزاجین رحمۃ

عند کل کرم و نبوی علی ما قد قبل

ادی لصبر محمداً وعنه مذاہب فکیف اذما لم یکن عنده مذهب

هو المذهب المنجی لمن احدث به نواب دهر لیس منهن مذهب

فالرجو منکم یا معاشرا الخلاق وخلص لاخوان ان لا تنسوا ما انعم الله علیکم من قوت
اعینکم و سکینة قلوبکم فی محادثة الاحباب سراً و جهاراً و مقاکهة الاتراب لیلاً
وفجاراً وان تجلوا و شکرتک النعمة ذکرنا و مواساتنا و تدارک ما فاتنا من اخضر
عیشنا و اطیب حیاتنا فلا یسغکم شأن عن شأننا ولا یغیون کرم بعد مکاننا و
من مثلكم نظرة الینا ولو كانت بعد زمان یروی غلیل القلب اللہیان و اما
ما بلغنی الیوم بعد دهر طویل من کتابکم الجریل و امرکم الجلیل فقد سرتنی اشد
سروراً و صنع بی ما یصنع لقاء المحجور بالمحجور و سجدت و نجاہ ان شاء الله
رديف هذا الکتاب مندرجانی کتابکم المطاب و اما ما سألت عن بعض اعمال
المدارس فقد سألت عن ظن زائل و رسم دارس و السلام علیکم و
علی من یحییئنا و یحببنا من لدیکم و من حوالیکم

کتابہ آخری

سلام علیکم اعلی سلام من قبل الغریب المستہام و بعد هذا جواب ما بلغنی
من کتابکم المتین و خطابکم الزرین فی لسان عربی مبین فوقع عندی قیلاً حسناً
و سررت به اشد سرور و لکن قد وقع فی استیجابہ فحسب من التفت الخیر المعتاد
له اس خطاً آخری حصه لک ہو گیا۔ ایلیہ نام تمام حالت ہی میں چھپوا دیا گیا ۱۲ علی

فوالدی نفسی بید ما منعنی منه الا انه کان الزمان زمان الفتنة والبلاء والمرض
والوباء قد انزوت العافیة فی الزوايا و احدثت بالبلد انواع البلیا و کان الناس
بین صرعی و قتل فممن من لسعة الحی و لدغه الصداع و منهم من قتلته
الهیضة بذات الشفرین من سیف لاسهال و الهوع و کان الجدی لعالم فزیلاً
علی ذلك ابتلیت به صغارهم و كبارهم و ذکرهم و انا نهر فممن من هلك
و فیما من بقاء و اما الباقون و انا منهم و قلیل ما هم فکانوا بین الخائفین و الراجین
الذین یاتیهم الموت من کل مکان و ما هم بمیتین و لم یزل کان الامر كذلك حتی
صار الموت و الحیوة کفر سوادها بن یسبق هذه تارة و تلك اخری

کتابہ آخری رسلت بعد معاوۃ من جید ابادلی
الوطن الجباب التواب عماد الملک الشہیر بمولوی حسین
البلکرامی احدث کان الدف لک العالیة

اقمت مقتضاً شہراً و ایاماً جیل افتکم فی جید اباد

فهداء و قد کاد لنعمتکم و شکر احسانکم یا سید الساده

ولست بناس طول عمری صنیعکم کذا جرت باد کار النعمه العاده

و بعد فقد وصلت یا سیدی فی ۳ نومبر ۱۲۳۱ بنبیہ الثناء بنعمہ الله و حسن توفیقہ من
بمئی الی دلی سالماً و غافلاً و کنت فی بمئی تریلا فی منزل صاحبکم الجلیل البجل
المبتاز عن الاقران فی المعصرة بالستیر العادلة و الاخلاق المرضیة السید غلام حسین

المتبرقة عن كل شين الذى فى زورته سكينه للقلب وقريرة للعين ستين
ساعة فاعلمنى هذا الفتى معاملة لا تكرار تقع بين الجانب بل عاشورى
معاشره لا محاب بالاصحاب ورافقى مرافقة الخلاق بالخلاق وادانى من
خصائص المعجزة وعبادتها وراسيها وراسيها فوق ما كنت ارجو ان اراها
وله غير ذلك من الصنائع التى صنع بنا ما لا يوصف باللسان ولا يقية اللفظ
البيان فى آيات شعرى يا شكركم اياكم على ما هديتمونى منزل الرجل النبيل
وذلكم على سواء السبيل الى خوان الخليل ام احمد الرجل على ما اكرم منى
واحسن مثوى واعانتى على ما كنت بصدقه من اطلاع احوال المعجزة وبالغ
فى حسن الاضافة والقرى ولم ياذن لى بالرحلة من بمبئى الا كرها فوالله لئن كان
الاسماعيليين كلهم متخلفين باخلاق اخيرهم هذا اجزمت بان الناجية من الفراق
الاسلامية هي الفرقة الاسماعيليه لا غير ثم ان الرجل كان يقول مستكيا
عن جنابكم الرفيع انكم لم تكتبوا كتابا منذ ما بن طويل ولم تظفروا على احوالكم
ولم تسالوا عنه وعن احواله وامرني ان اخبركم بذلك واسالكم ان تذكروا
ما فاتكم وما على الا الباري

كتابته اخرى الى صاحب الجنية العربية المسماة بالخلة الادبية فى الهند

قد اسلة القس الجليل قد صلبى من اول تمون الى اخر تشرين الثانى ثلاثة اصداد من
جريدةكم الفريدة المسماة بالخلة الادبية التى تلوح اثار قبول العالمين من غرتها البيضاء
قمتعت بما فيها من سوانم الاخبار ويدل على الافكار وفوائد اخرى يعجز عن خصوصها

لسان الاظهار فبعثت تشكرا غاية التشكر على يا احسنتم الى مثل هذا المسكين
بارسال الجريدة اقول انى مع بالى من شدة الوله وغاية الحرص على مطالعة
الخلة لا يستطيع ان اشترك فيها وان مثلى فى الباب كمثل ظمان على راس يثر
ماله ولو لا سبب يتوصل به الى الماء لا قلب يصبر على العطش ولكنى
اتعهد ان شاء الله بالسعى المقدور فى نشر نفحات الخلة وبركاتهما بين ابناء الوطن
ومن الاخوان والخلاق وغيرهم من رؤساء ادارات التعليم الذين يعرفوننى
ولو يادنى معرفة واما اغنياء هذه الصفحات من الملوك والامراء والاكابر
فليسوا فى شئ من ذوق العلم ومطالعة الجرنالات وتفحص الاخبار وذلك السعى
الذى تعهدت به لا يكون متى على شرط عوض من جنابكم بل يكون لحض
اشاعة الخير والبركة بين الناس ولما يقتضيه الاخوة الانسانية من التعاون
والتعاضد هذا وان كنتم تفتنون بعد ذلك بارسال الجريدة فلا يسعنى الايتان
بغير التشكر على هذا الامتنان باللسان والحنان الا انه فى عزم هذا الخفيف على
تقدير وصول الخلة فيما بعد ان ابلغ فى كل شهرين او اكثر مرة واحدة بعض الحوادث
الهامة الواقعة بهذه الافطار الى حضرتكم مثل هذه العربية المستمجة التى لا تكرار
نقع عند اهل اللسان موقعا حسنا او باحدى اللغتين من الفارسية والهندية
ان لم يكن على خلاف شرط الخلة ثم لى فى خصوص الجريدة كلام اخر لا بد ان
ابوح به فى حضرتكم وهو ان ترجمتها بالانكليزية ان كانت مطابقة بكل لفظ لفظ
من العربية بحيث لا يبقى لغة من اللغات المولدة او المعربة بمجولة غير مفسرة
لكان اقرب الى فهم اهل الهند اوقع فى قلوبهم فان اللغات المتداولة بين ايديهم

من الصراح والقاموس وغيرهما ليست بكافلة لجميع ما في العربية الحالية من
الالفاظ القديمة والحديثة ولطى هذا الصحيفة رقيقة اخرى بالانكليزية ارجو
ان يكون النظر فيها منتجا لبعض النتائج الحسنة والسلام خير ختامه

صُورَةٌ مَا قُرِئَتْ عَلَى مُنْظُورَاتِ الضِّيَاءِ تَبَيَّنَتْ لَهَا كَثَرُهَا بِالْعَرَبِيَّةِ وَمِنْهَا بِالْفَارْسِيَّةِ وَالْهِنْدِيَّةِ

الحمد لله الذي حَبَّبَ الى كلام الخطباء والشعراء في قلوبى حلاوة النظم وذوق الاشياء
فلا ارجب الا فيه ومن يرغب عنه الا السفيه فسيحان من انعم على بالنعم التي
لا تحصى ثم اختصني منها بتلك الموهبة الكبرى ومن ههنا فليعلم انى لا يسفه
السكوت عن مدح ما يقيم عندي موقعا حسنا من نظم نجي او نثر شري او بيان
رائق او كلام فائق واما ان اكلف في مدح او اعتسف في قبح او بالغ في
الانزاع او اخرج الى الاطرار فلا يتأتى منى ابدا ولا افعله سهوا الى عمد
ولذلك ارجو من الله المستعان ان اكون فيما اصف مشهورا لى بالصدق
والصواب حتى لا يروني الا الناطق بالحق من غير شك ولا امتياع

وبعد فلما وصلت من دلي الى لاهور مستعيذا بالله من الحزن بعد الكو
وقد كنت اذا لا اعرف احدا ولا يعرفنى احد من اهل تلك البلد او صلتى قائد
التوفيق الى خير منزل لخير منزل من السادة الكرام والشيوخ العظام صد
الحاضر النوادي سيدى مستندى خواجه ضياء الدين الجهان ابادى

بنى سيد غلام ضياء الدين مرحوم دوى الى نظمى ترينون زبانون بنى ۱۳۶

لانزال مصوننا عن كل اهية وفاقره وما فاته حسنة من حسنات الدنيا و
الآخر فكنتم تزيلا عندنا الى ثلاثة اشهر واكثر فكان مادمت في بيته يعمل لى
كل صنيعه ويصنع لى كل معروف ويؤثر لى ويؤاسينى ويكرمنى ويداربنى
وله عندي غير ذلك من الصنائع ما لا يسعه البيان ومن الايادى ما لا يوصف بالسان
وهذا الذى ذكرت من حسن الاضافة والقرى فليس في عداد من فضائله التي
لا تحصى منها ان له يدا في النظم طولى وقسطا من النثر اوفى في السنن مختلفة
ولغات شتى فقام ليجمع بجمع الخطباء من العرب العرباء واخرى ينشد نشيد
الفرس من مقلقى الشعراء وسحر البلغاء واقام الازد وفنائه كشلا ابيه هو
اخذ بناصيتهما تنصرف حيث شاء وما يشهد لى بصدق ما ادعيت له هو هذه
الصحيفة المنيقة التي فيها اتموزج كل من تلك الالسن الثلاثة في بيان رشيق
ولفظ اتني لهذا المصنوع الطليق والمنطوق الدليق فياها من وجيز جامع بين
كلام العرب والعجم فيه النسيب وفيه الوعظ والحكم يرغب اليه لطلاوة لفظه
ويتنافس فيه لحدادة نظمه كانه ارضه تعجب الانظار بنصرتها او حجة تشخص
اليها الابصار لمبجتها او دوحه مثمرة او سحابة ممطرة او حليقة دهماء
او عشيقة حسناء او عين من ماء معين او منظر لحوير عين وله سوا ذلك
من المصنفات ما فيه قرة اعين لكل ناظر وغنية لكل باء وحاضر فلا زال
مفيضها على المستفيضين ومخازن الطالبين واخبر دعواتنا ان الحمد لله رب
العلمين

خطبة يوم الجمعة

بسم الله الرحمن الرحيم

من الرحيمة

أحمد لله الذي خلق الخلق فسوقه وأصطفى الإنسان على الأكرام فأكرمه
وأحسن منواه ونصره وكفاه وأمره ونهاه فبمنه من أناب إليه و
اعتصم به ولم يعبد إلا إياه وبمنه من اقتفى أثر النعم وأخذ أحدها و
اتخذ الله هواءه والصلوة والسلام على النبي المنيب أهله التبتل
إلى الله عتاسواه الذي وجده يتيمًا فأواه وعائلًا فأعناه ومزك
شئ أعطاه واجتباؤه وهداؤه وعلى من اتبع هديته وقفاه وأعلى كلمة
الحق وحماه وأتقى الله حتى تقى نفسه وملاك نفسه وهواه وبعل قياتها
الإنسان لترك ربك الكريم وما حملك على التائب وما ولىك عن التهج
القبول وما أهلك عن التعميم المقيم حيوتك الدنيا فأنينه وأنت
ترجوها بآيقه ومتاعها شئ يسير ولنت تعلم أنه فيه خير كثير
قد استهلكك في الشهوات وسيت هادم اللذات وتناهيت في الملاهي
ومالتهممت عن المناهي كما أمرت بمعرفي فقصيت وكردعيت إلى خير
فصوليت جمعت من الذمهم والدنيا راأفا وأضعافا ورأيت في نفقة
لوجه الله إسرافا وإفلاقا منتهى تصدك بحسن محبوب الإخوان وجل
صناعك سلك استار الخير إن شاء نطقك بالخيار وحسن لديك مقام
الأشبار يتبع وعدك الأخلاف ويعقب صلحك الخلاف طال قيامك

في طلب المال وأنت تاركه بعد حين ولا تزال تعودك عن الأعمال حتى أشك
اليقين فويلك قد طلبت مژوفا وتركت مطوبًا واقتضيت حوبًا و
قضيت مكتوبًا وشريت بالحقير جزيلا وبالرخيص جليلا وحملت خفيًا
ونبتت ثقيلًا وأخذت من الصفي كدًا وأخذت على الخير شرا و
استبدلت الذي هو أدنى بالذي هو أعلى واستغلت عن الآخرة بالأدنى
الله الله الأمر تمهلك في الخيرات وتمائلك عن الحسنات وأقبالك على
المهلكات ومسابقتك بالمستيلات طلق الدنيا ثلاثا وفارق أهلها و
أتك على غلبها حبها وتب إلى الله قبل أن تموت وأدرك الفراع قبل
أن يفوت واستغن بوجدك قبل عدمك واعتنم شبابك قبل هرمك
والزم بالعمل فكم من عمل يسير خير من علم غريب وواظب على الدائمة
فقدم منك ساعة خير من كثير طاعة تصدق من غير من وأدنى و
أفوق مما تحب وترضى إن جئت بحسنة فاستقم ولا تغرر بما لا استقامة
عبدة لعمل العالمين وإنما الأغوار من همات الشياطين وإن اقتدرت
سيرة فاعترف ولا تياس فإن الاعتراف يهدم ما يقربون ولا يياس
من روج الله إلا القوم الكافرون إن بليت فاصطبر فإن الصبر أسى ثلوه
الفرج ودجى تؤذن بالبلية وتقل يخفف الأقبال ودائم يذهب الفضال
وإن أعصيت فشكر فإن الشكر سبب المزيد الأنعام وبعث للمنع على الأكرام
وجالب للأزراق وذاهب بالأملاق واضرب في الأرض بطلب العلم
غير باعد وجاهد فجاهد وباعد فباعد واجهد فاجهد في أخيه

مِنْ كُلِّ قَارِبٍ وَبَاعِدٍ وَتَمَتَّعَ بِمَا فِيهِ مِنَ الْأَبَاعِدِ فَإِنَّهُ أَوْجِبَ الْحَمْدَ
وَأَصْلَحَ لِلْمَقَاصِدِ وَأَوْصَلَ إِلَى الْمَقَاصِدِ وَلِذَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقِيهٌ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَائِدٍ وَإِذَا سَمِعْتَ هَذَا
فَاتَاكَ وَالْإِضَاعَةُ وَعَلَيْكَ بِالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فَإِنَّ الْفِتْنَةَ مِنْ عِلْمٍ مَقْصُولٍ
وَسَمِعَ فَقَبِلَ وَذَكَرَ فَأَعْتَبَرَ وَأَمَرَ فَأَتَمَرَ قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِنَّ فِي
ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ وَسُبْحَانَ نَبِيِّكَ
رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

گلستان سعدی کی حکایت کا ترجمہ

حَدَّثَنِي أَنَّ بَعْضَ صُلَحَاءِ بَنِيكَانٍ مِنْ اشتهرت مقاماتهم وانتشرت كراماتهم جاء إلى
دمشق فدخل بماء الكلاسة يريد أن يتطهر إذ دخل قدمه فوقع في الحوض فخرج
بعد ما أدركه الغرق وقام إلى الصلوة وصلى بهم فلما فرغ قال له بعض أصحابه مالك
يا شيخ إني رأيتك يوماً في بحر المغرب كنت تسبح على الماء وما أبتل منك قدم وأما
اليوم فقد أشرفت على الهلاك في قليل من الماء ولو لا رمق من الحيوة لفرقت
فشتان بين هذا وذلك فأطرق رأسه والكثرة في التأمل ثم قال أما سمعت ما
قال النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِي مِمَّا لَدَتْ لَا يَسْعَى فِيهِ مَلَكٌ مَقْرَبٌ وَلَا نَبِيٌّ
مُرْسَلٌ وَلَوْ قِيلَ وَقْتُ مُسْتَمَرٍّ وَكَانَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ تَارِعٌ يَشْتَقِلُ بِالْبُيُوتِ
وَالرِّجَالِ وَآخَرَى لَا يَلْتَفِتُ إِلَى جَبْرِيلَ وَمِيكَلَ وَمِنْ هَهنا قِيلَ مُشَاهِدَةُ الْأَجْرَارِ
بَيْنَ الْخَلْقِ وَالْإِسْتِثَارَةِ

دوسری حکایت

بَيْنَمَا أَنَا جَالِسٌ فِي يَوْمٍ مِنْ أَيَّامِ بَعْلِيكَ إِذْ شَرَعْتُ فِي الْوَحْطِ وَالتَّنْكِيزِ وَحَوْلِي
جَمْعٌ كَثِيرٌ مِنْ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا وَكُلُّهُمْ أَرَادَتْ فِي الْبَيَانِ
تَدْقِيقًا وَتَحْقِيقًا زَادَ وَاحِدَةً وَضَلُّوا طَرِيقًا فَلَمَّا رَأَيْتُ لَا يَخْلِبُهُمْ سِحْرُ كَلَامِي وَلَا تَنْبِيْ
قُلُوبِهِمْ نَفْثَاتِي أَخَذْتُ فِي أَخْذٍ أَسْفَى لَهْفْتُ كُلَّ لَهْفٍ عَلَى أَضَاعَةِ الْكَلَمِ وَأَشَاعَةِ الْحِكْمِ فِي قَوْمٍ
صَبِيحًا بِحِكْمِهِ

بنام بعضی از اہل علم کہ در بیروت مقیم بودند و نام ایشان منوش

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله محمد وآله واصحابه اجمعين وبعد
فاني قد سمعت ان المعلم الشهير فاندليك الامريكاني التزيريل ببيروت رتب سلسلة
من الكتب في العلوم الجديدة وسماها النقش في الحجر واني اريد شر اجملة الكتب
التي تضمنها هذه السلسلة من اولها الى آخرها وايضا قد سمعت من بعض ثقاة الهند
الذين قد لا قوكم في البيروت ان تلك السلسلة يمكن وصولها اليها بتوسط جنابكم
فاسالكم يا مولانا اتنا باي طريق نطلبها وكيف نؤدي ثمنها وهل يمكن ارسالها الى
الهند بالطريقة التي جرت في سائر الممالك الانكليزية وهي ان اهل البوسطة يبلغون
الاشياء الى المكتوب اليهم بعد اخذ الثمن ويرفعون الثمن الى المالك ويسمون هذه الطريقة
بالانكليزية ويليوبي ايبيل وترجمة بالعربية (ما يجب اداء ثمنه) فندعي بعمل الينا الجواب
من عند حضرةكم الجليله نطلب تلك السلسلة الجديده بالطريقة التي تصفونها لنا والسلام خیر

جملۃ صحیحہ

فی ما اثرنا صلی اللہ علیہ وسلم عن نوم الغفلة الذاب عنهم فی کل فتنة و
الناصر لهم عند کل ملئمة الذی جعل همته مقصودة علی اصلاحهم وراى
لذة حیاته فی نجاحهم و فلا حرم یمید لهم فی کل واد کصب هائمه ولا یخاف
فیهم لومة لائم اعنی الدکتور سر سبیل رحل ابن السید متقی ابن السید هادی
الحسینی نسباً والمدنی شہر الہندی محدثاً والدہلوی مولداً شاعر

طلوع الثنا یا بالمطایا وسابق
إلی غایة من یتبدل ہا یقدم

فاعلم انہا المخاطب الجلیل أن هذا الشیخ الاجل الامجد الہمام والسید الصندیل السمدیل القم
ہو اول من تصد لا صلاح حال علی ہند فی اوخر المائۃ الثالثة من الالف التالیہ وافق عمرہ الف
مالہ فی نصہم والرافۃ بہم والشفقة علیہم والمجادۃ فیہم واول مزب
عن الاسلام وسافر لاجل ذلک الی اویا ونشر هناك محاسن الاسلام بین السیاح
وطہر ذیلہ عتاً افتراء علیہ ونسبوا الیہ من المثلث المسافر تعالی عن ذلک
علواً کبیراً واشت فضلہ علی ادیان اخری بکامل بیئۃ وبراہین متقنۃ

۲۵-۲۶ برس گزے بعد کے کہ لندن سے ایک امیر نے اسے "بہ خلد اوبہ" جاری
ہوا تھا جس کے چند پرچے کتاب کے ذکر نے میرے نام ہی پہنچے تھے۔ اور میں نے بے قیمت ادراک کیے اس کی قلمی
اعانت کرنے کا وعدہ کیا تھا چنانچہ ایک ٹریگل مرحوم مسیحی امیر غاں کے حالات اور ان کی ملکی و قومی خدمات پر اپنی
نوٹی چھوٹی عربی میں لکھ کر لندن بھیجے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر اسکے بھیجے سے پہلے معلوم ہوا کہ وہ سالہ کسی وجہ سے نہیں
اور وہ آرمی راقم کے پاس مسودات میں یوں ہی پڑا رہا اب جو اس ضمیمہ میں شامل کر کے لیے اسکو وہ بڑا قوت بہت ہی
کم اداق دستیاب ہوئے۔ چونکہ موجودہ حالت میں مضمون مذکور کو از سر نو مرتب کرنا راقم کی طاقت سے باہر تھا۔ اس لیے
جس قدر اوراق ہم پہنچے انہیں کو بقدر امکان کسی قدر ترتیب دیکر اس ضمیمہ میں شامل کیا گیا ۱۱ عالی

سلك فیہا طریق استدلالہم ونسجہ علی منوالہم وهو اول من ادعی ان دینا من
الادیان لم یفک رقاب الجوارى والغلمان عن ذل العبودیۃ الا الاسلام واستدل
علی دعوائہ بآیات بینات من کلام العزیز الملک العلام واحادیث متصلة منقولہ
صححت عن النبی خیر الانام وهو اول من عزہ علی التوفیق بین ما جاء بہ القرآن
وبین ما شهدت بہ الحکمة الجدیدة وعلی رفع ما یتبادر الی الازہان من
الاختلاف بینہما کما فعل علمائنا المتکلمون فی صدر الاسلام لتباعدت
الحکمة الیونانیۃ بین المسلمین وخابوا علیہم ان یقعوا فی شہات الملاح
والزنادقة +

ولنذكر ہنہا شیئاً سیراً من مساعیہ الجمیلۃ التی كانت متممة لمسئلۃ
فی نصر الاسلام المسلمین من سئلۃ ۶ الی زمان رحلتہ التی وقعت فی اوائل شوال
میلادیۃ +

منہا انه لما اضطر مت نادا البغی والعدوان فی اقطار ہند من قبل
العساكر ہندیۃ سئلۃ میلادیۃ وكان مسلموا ہند اذ ذلک مظنۃ لخلایف
الدلۃ الانکلیزیۃ لہما كانوا قبل استیلاء تلك الدلۃ فی نوع من العز والمکنۃ
والسلطان فی ممالك ہند۔ یاد الشیخ الی تالیف کتاب فی بیان اسباب البغی
التی كان مرجع اکثرها الی غفلة ارکان الدلۃ وسوء تدبیرہم فی الامور السیاسیۃ
وكان الزمان زمان الاخذ والبطش والانتقام بحیث یفیر المرء من اخیه و
اقربہ وابنیہ وصاحبۃ وبنیہ ویؤسرون ویجبنون ویقتلون ویصلبون
فلم یکت هناک من کلمۃ الحق والتقی بنفسہ الی التھلکۃ لیرید کل شہید

تختلج في صدور اعيان الدولة من قبل المسلمين ويؤري ساحته كل سوء ويظهر
ذيلهم عن كل رخيص +

ومنها انه الف بعد ذلك كتابا اخر على خلاف ما شاع واشتهر بين
الملّة الانكليزية من رأي بعض مدبري الملك ومشيري الدولة منهم الهند
ان جماعة المحلّثين من سلى الهند الموسومين بالوهايتية الذين لا يقولون بغير
تقليد احد من الائمة المجتهدين ليسوا من اطاعة الدولة في شيء ويسرون
ان الجهاد مع النصائر ولاية الهند واجب على المسلمين - فلما اشتهر ذلك الكتاب
مزّيقا للرأي المذكور بين الهند والانكلترة ونظر فيه رجال الدولة واعيان
الملّة وازنوا بينه وبين ذلك الرأي لم يبق لهم شبهة في قصور علم صاحب
الرأي قلة تدبره وضعف رأيه وانه لم يتبع فيه الا الظن ولم يمتك الا بالقياس
ورفع بناء من غير اساس - واطلقوا خلفا كثيرا من اولئك المحلّثين واقباهم
كانوا ماسورين مجبورين ولو يكن لهم ذنب ولا اثم الا تسمية الناس اياهم
باسم الوهايتية +

ومنها انه لما شاع كتاب السيرة المحمدية الموسومة بلائفا ومحمد
باللغة الانكليزية في اربع مجلدات قد صنفها احد من اكابر رجال الدولة و
ولا نها في الهند بحيث لم يصنف احد من المسيحيين قبله كما زعموا مثل ذلك الكتاب
على مخالفة الاسلام وكان الشيخ حينئذ متقلدا لبعض اعمال الدولة تحت امر
ذلك المصنف - ثمّ الشيخ عن ساق الجرد واخذ يتفحص عما يحتاج اليه من

له يعني ذكره نشر ١٢٥٠ يعني سرزمين سرور ١٢٥٠

الكتب ولا سفار في نصر الاسلام والذيت عن خونه فلم يظفر منه في الهند
الا بقدر يسير لا يسم ولا يغني من جوع - لما قد خربت خزائن الكتب لاسلا
كلها في فتنة العساكر الهندية - فعزم على الرحلة من الهند الى اوربا لاجل
ذلك واخذ معه ولديه كانا يعرفان اللغة الانكليزية وسار بهما الى انكلترة
واقام نحو سنتين بلندة وصنف هناك كتابا مبسوطا سماه بالخطبات الحمد
في الكشف عن حقيقة الاسلام لصيانتة عن كل ما يفترون عليه ويطعنون
فيه ويرمونه +

ثم ترجم هذا الكتاب بلسان اهل انكلترة وطبعه واشاع وداول بين
القرى والامصار من البرطانية الكبرى وفي اكثر الممالك من اوربا ليتم حجة
الاسلام على من كان ينكر عليه من دعاة المسيحية حتى ان بعض اهل الانصاف
من القسيسين المأموين على دعوة اهل الهند الى دينهم اعترف ان احد من المسلمين
منذ بدء الاسلام الى الآن لم يكتب كتابا جامعاً كما شفاع حقيقة الاسلام
وتحايسته قط في لسان اهل المغرب كما كتب هذا الرجل كتابه الخطبات المحمدية
ولولا له لما تم عليهم حجة الاسلام +

ومنها انه لما صار مسلموا الهند مشرفين على الموت الذي هو الذل
والهوان بين ابناء الزمان، لما تركوا مسالمة الدهر ومارفتة ولم يتعظوا
بوعظه وتذكيره، وزعموا ان تعلم اللغة الانكليزية والتكلم بها والممارسة
فيهما كفر، ولا يجوز للمسلمين ان يرضوا بتعليم اولادهم في المدارس الانكليزية
فحرموا كثيرا من اعمال الدولة ومناصبها التي كانت شرط تقليدها معرفة

اللغة الانكليزية ، ولم يزالوا يتكلمون عن معارج العز والحجاء درجة بعد درجة حتى كاد ان ينتهوا الى غاية ذلهم وهو انهم ، ويعودوا غريباء خاطرين غامضين وهم في اوطانهم حملة الرقعة النوعية والاخرة الاسلامية على ان يصيلا امرهم ويجمع شملهم ويقوم عن جهلهم ويسدد افكارهم ويتوقف اراءهم ويدلهم على ما يقتضيه الاحوال الحاضرة من تعلم لسان ولادة العهد واكتساب العلوم المفيدة والمعارف الجديدة ، وترك التقليد المصلح الذي توارثه الامم المعاشية والانسار عن الرسوم القديمة التي رسخت في قلوبهم كاحكام الشرعية ، وغير ذلك من الامور التي لا يمكن ان يبقى امة من الامم العظيمة على عظمتها القديمة الا وان يلزموها انفسهم ويتشبثوا بها ويعصوا عليها بالنواجذ ، ويجهلوا فيها ، *

فلذلك الشئ مع كبر سنه وعظم جنته وثقل جسمه يسير ويرتحل من بلد الى بلد ومن ناحية الى ناحية ، فيعظم في كل مجلس ينكرهم في كل محضر ويلومهم ويعاتبهم ويرفقهم ويلطفهم ، وكان يطالبهم ان يبينوا ما هم ويجهلوا وانفسهم في تهية اسباب التعليم وتيسيرها لافهم واعقابهم ، وترويض العلوم الجديدة ومدولة اللغة الانكليزية بين المسلمين المتوطنين في بلاد الهند الامنين في كنف الدولة البريطانية كما فعل سائر ابناء وطنهم من الهنود والمجوس وغيرهم ، *

فلما انتهى الامر الى ذلك استطاع الشيخ عند ذلك سبيلا الى تشكيل مدرسته كلياته رفع بناءها في بحبوحة الهند بحيث لم ير مثالا عين الزمان ولا سيما في

مالك الهند - وبني حول المدرسة رباطا متسعا في غاية الحسن والملاحظة محتويا على بيوت متجاورة متناسبة البناء متساوية المقدار صالحة لان يسكنها الكبراء واهل الثراء - واشترط على المتعلمين (سواء كانوا من بلاد قريبة او بعيدة) ان يقيموا بتلك البيوت ويلتزموها ماداموا مشتغلين باخذ العلم لتلايف الطوائف السوء ويكونوا من معاشر الاصدقاء بمنزلة ويحصل المواخاة بينهم بطول الصحة ويصلي افكارهم بن ام المذاكرة وجمع فيها بين التعليم ديني ودنيوي - ليتمكنوا من اصلاح امر معادهم ومعاشرهم ويستغنوا عن ارباب الدولة التي خلت عن تعليم علوم الدين رأسا - وطلب لنظم المدرسة وتعليم العلوم فيها وتربية المتعلمين المقيمين بها البارعين في انواع العلوم من نخبه انكسرة المتعلمين بالاخلاق الفاضلة والسير المرضية - واحضرا ايضا العلماء الاعلام من افاضل المسلمين لتعليم علوم الدين - وهيا لطلبة العلوم كل ما يحتاجون اليه من المسجد والحمام والمطبخ والمستراح والمستشفى - والابار والاشجار والرياض والانهار والالات المتنوعة لانواع الرياض الجسمانية - والاماكن المنتظفة للمزاكرات العلمية - وغير ذلك مما لا يسعه للبيان *

ولاشك ان هذا المدرس اول مدرسة في الدنيا تشكلت لتعليم المسلمين بحض التعاون والتعااضد من ابناء الملة وتكفلت لتعليمهم تربيهم وتذيب اخلاقهم وحفظ اصحتهم وتنظيف لباسهم وتحسين كلامهم وان يرشد هم الى معنى التمدن وحسن المعاشرة ويدلهم على ان القوم ما هو

والوحدة القومية ما هي ويجيى فيهما الاخوة الاسلامية التي قد ماتت بموت
القدماء من اهل الملة البيضاء ويغرس في قلوبهم منها شجرة طيبة اصلها
ثابت وفرعها في السماء ويؤلف بين اشقات الفرق الاسلامية التي يتباغضون
بينهم ويتنافرون ويتنازعون ويتخاصمون يعرض بعضهم عن بعض ويسب بعضهم
بعضاً ثم لتوكيد هذا المقصد رأى ان يداول بينهم جرنالاً مهذباً للاخلاق و
العادات مخبراً على المكارم والمعالي فزهد في بعض العلوم القديمة التي
لا طائل تحتها، كاشف عن المعارف الجديدة مرغّب فيها مشعر بان الاسلام
باصوله وفروعه لا ينافي اصول التمدن وفروعه ولا يمتنع عن اتباع الملل
المتقدمة في العلوم والصناعات وسائر الحيل التي بلغوا بها غاية العز و
المنفعة والحجاء وسبقوا كل امة من اصناف الامم الى اقصى مراتب الحكمة
والدولة والسلطان. وسمي هذا الجرنال بتهديب الاخلاق.

فلما زال يَصُدُّ في كل شهر مرة او مرتين الى نحو عشر سنة وكان من
احسن الجرائد وضعا وترتيبا وبلغها نظما وبيانا واجزلها قد اومكا
في لسان اهل الهند +

لم يسبقه جريدة ولا جرنال في هذا الشأن - فانتفع به المسلمون في
هذه الاقطار فوق ما يرجي ويتوقعون ، حتى ان صلحت افكارهم و
تحولت اراءهم وتزكزل بنيان العصبيّة التي كانت تحول بينهم وبين الحق
المبين - غير ان المتشككين من علماءهم والمقلدين من سقاءهم والمتعصبين
الخاضعين في حجر الجحشي بعشاه موج من فوقه موج من فوقه سحاب لم يتفقوا

بالقبول بل انكروا عليه وكفروا من تصدقوا لادارتته ومن كان من اعوانه
وانصاره ولكن لم يقدر وان يمنعوا غيرهم من اصحاب الراي اهل الدهي
عن موافقة الشيخ ومظاهرتة فيما يرجع الى صلاح حاله واهله فيذلوا
اموالهم لبناء الدرسه فوق ما يستطيعون.

وصفها انه بعد تأسيس بُنيان المدّسة الكلية لتعليم المسلمين
وتشيّد مبانيها عقد مجلساً عمومياً باحثاً عن امر تعليم المسلمين المتوطنين
في كل ناحية من نواحي الهند وأنه كيف يمكن وصولهم الى الكمالات المطلوبة
التي اقتضتها ضرورة الوقت ومعه ذلك كيف يمكن لهم المحافظة على بقايا الشرف
الصالح من علومهم القديمة ولا سيما العلوم الدينية التي تكاد تندرس معها
وتقوم آثارها من بلاد الهند وما السبيل الى بقاء اللغتين المحاميتين لدينهم
وعلمهم وحكمتهم وادبهم وثرايهم وسيرهم في أخلاقهم واعتقاداتهم عن
العربية والفارسية اللتين قد جاء بهما المسلمون الاولون من فاحشي الهند
واعوانهم وانصارهم وكانت كل واحدة منهما منذ قدوم المسلمين في هذه
الاقطار متداولة بينهم فكل ما كان من تعليمهم وتعلمهم ومكاتبتهم مراسلتهم
وتصنيفهم وتاليفهم وانشأهم واشادهم ونظمهم ونثرهم انما كان باحدى
هذين اللسانين وكانوا يكرمون العربية ويحبونها ويتبركون بها كما كانوا
مستأنسين بالفارسية راغبين فيها مقبلين عليها والذين كلاهما مشرفان
على الزوال قد اندخا عن مدارس الدولة ومكاتبتها رأساً ولم يبق في بيوت المسلمين

منها الارمق - وما الخيلة في تعليم نساء المسلمين من وراء الستور وهن مقصورات في البيوت مستورات عن المعلمين والنسوة اللاتي يصلحن لتعليم النساء فلا يجدن منهن في ارض الهند الا ما شاء الله - والمدارس التي تشكلت لتعليم نساء اهل الهند من تلقاء الدولة او من قبل دعاة المسيحيين فلا يامنهم احد من اشراف المسلمين وايضا رآني الشيخ ان ينعقد ذلك المجلس على راس كل سنة في بلد من بلاد الهند وياتيه المسلمون حينئذ مبعوثين من كل ناحية ويعرض من يشاء من اعضاء المجلس ما يبد الله من رأي او فكر او حيلة او تدبير في امر التعليم او في كل ما يتعلق بصلاح الملة على من شهد منهم في ذلك المجلس فممنشأ واقفة وممنشأ لم يوافق فان توافقت كلمتهم في امر او غلبت اراء الموافقين عزمو على امضائه وصموا فيه والا فلهم باخذوا به وتركوه كان لم يكن شيئا مذكورا واول فائدة يستفيدونها من ذلك المجلس انه يتسع به دائرة الاتحاد بين المسلمين يوما فيوما - فانهم يأتون في كل سنة مرة من اماكن بعيدة وبلاد قاصية لا مرجامع فيه صلاح الملة فيجتمعون بعد ما كانوا متفرقين ويتعارفون بعد ما كانوا متناكرين ويقومون في مقام واحد الى نحو خمسة ايام او اكثر لئلا يتكنا من دوام المصاحبة والمحادثة ويتفقوا في الاكل والشرب ويتسألون ويتشاورون ويتحدثون ويتفاهون ثم ما عدا تلك الفوائد يخطب الخطباء من افاضل الناس يفيدون في خطباتهم ما يناسب ذلك المشهد من افادات جلييلة يهتز بها القلوب ويحرك بها النفوس الى معارج الكمال المطلوب *

وصفها ان طائفة عظيمة من طوائف الهند الذين سبقوا سائر ابناء الوطن فيما يقتضيه الاحوال الحاضرة من العلوم الجديدة والصناعة والسياسة والتمدن وفاقوا جميع الاقران والامثال في معرفة اللغة الانكليزية وتقلدوا الاعمال الجلييلة والمناصب الرفيعة من قبل الدولة بحيث لم يتركوا لاحد من اهل الوطن موضعا للتقرب الى ولاة العهد حصول الغزو والمكنة عند اركانها - شكلوا مجلسا عموما سمي بنيشنل كونجرس ليطالبوا دولة العهد ما وعدت من انها لا تفرق بين احد من اهل الهند واهل انكلترا بشرط استحقاقهم في سائر الحقوق والمرافق ولا يبرح بعضهم على بعض في تقليد الاعمال الجلييلة والمشاركة في وضع القوانين السياسية وغير ذلك وادارت تلك الطائفة ان يشاركوهم في تلك المطالبات جميع اهل الهند ليضطر الدولة الى استماع ما يقولون واجابة ما يسألون فلما مضى على تشكل ذلك المجلس سنتان وجعلت طوائف اهل الهند يستحسنونه ويميلون اليه ويرغبون فيه قليلا قليلا وياتيه الناس مبعوثين حينئذ في المجلس من كل ناحية حتى ان كثيرا من المسلمين ايضا عزموا على مشاركتهم في هذا المجلس، فظن الشيخ بانه ان ظفرت تلك الطائفة بمزاجهم لن ينال المسلمين منهم الا شرا - فان الحقوق التي يدعون لسائر ابناء الوطن لا يمكن ان يحصل لهم الا وان يكونوا اغنياء اعززة عند اركان الدولة عارفين باللغة الانكليزية والعلوم الجديدة معرفة تامة مطلعين على القوانين السياسية تخبرين باصول الدول المتقدمة اللور وبابوية ولا شك ان المسلمين

ليسوا من تلك المزاي في شيء يعتد به فلا بد ان يستوعب الهنود جميع تلك الحقوق ويشتركوا في الحكومة والقدره والاختيار ولم يبق للمسلمين خلاف في العزة والمكنة والحجاه ويصيروا اذلاء صاغرين خاضعين للهنود اكثر مما كانت الهنود لهم في سالف الزمان وينتهر الهنود فرصة لان يبدل اما في انفسهم من الضغينة والبغضاء القديمة التي قد بدت من اقوامهم وانحى صدد ودهم الكبر فابتدوا الشيخ عند ذلك الى تشكيل مجلس اخر على رعي مجلسهم لتبنيه المسلمين على ان تلك المطالبة انما هي نافعة للهنود خاصة لا للمسلمين ولرفع القضية الى اركان الدولة واعلامهم باننا معشر المسلمين كافة لا نشادكم فيما يدعون وفيما يطالبون واننا براء منهم وما يقولون فانتقم الامر الى ان جرمت الدولة بان في اسعاف ما يقترحون تاملوا لقوم خاص على سائر الاقوام من اهل الهند - وانتبه المسلمون بعد ما كانوا غافلين عن تبعات تلك المطالبة وعواقبها فاعتزلوا عنهم وتبرأوا عن مشاركتهم ولم يحم حولها بعد ذلك من المسلمين الا نفر قليل ليسوا في اعداد شئ منهم +

ومنها انه لما كان مارسه العلوم الجديدة في الاكثر من نجات اللوهن في امر الدين ومظنة الاحاد والتدهر لما يرى ويسمع من احوال رجال العلوم في اوربا وكان الشيخ اول من حرض على الهند على تحصيلها ورغبهم فيها فخاف عليهم ان يفتنوا منه ما اجتنت الملل المسيحية في اوربا ويتضرروا بالعلوم فوق ما كانوا يتضررون بالجهل +

وكان قلبه مطمئنا على ان الاسلام الخالص عن الشوائب الضا في عن الاعداد

لا يناقضه شئ من العلوم اليقينية وانما يناقض ما اشتبهه بالاسلام وليس من الاسلام في شئ من اراء العلماء وقياسات الفقهاء وخرافات القلاء من الفلاسفة والحكماء والبدع والاهواء والاخبار الواهية المنقولة من كتب اليهود والسنن الزائفة الداخلة من الجوس الهنود وغير ذلك مما اخذ بجذافه الاسلام وصار منه بمنزلة الاخلاط من المزاج +

وكانت الفحل من علماء الاسلام في الهند كافة غافلين عما يقتضيه ضرورة الوقت فكما كانوا ينهون عن تعلم اللغة الانكليزية وتحصيل العلوم الجديدة كذلك كانوا يتناهون عن نصرة الاسلام بوجه يناسب اذ واثق المعترضين وينطبق على اصول مسلمة عند حكماء العصر كانوا لا يجوزون ان يسلكوا في المرافعة عن دينهم طريقا لم يسلكها الاولون بل كانوا لا يعرفون كيف السبيل الى الذب عن حوزة الاسلام في هذا الزمان واين المقتضى من حملات الحكمة الجديدة على الملل والاديان وفيه الخلاص من شبهات الطبيعيين القائلين بامتناع الحق في القوانين الطبيعية +

فلما استياس الشيخ من علماء المللة ان يتعمد امر الدين ويحافظوا عليه ويدافعوا عنه تصد بنفسه المنفرة لهذا الخطب الجسيم وشرع في تفسير القرآن الكريم على اصول متقن ينطبق على الحكمتين القديمة والجديدة ومع ذلك يشهد به العقل ولا يستنكره الشرع - وهو ان فعل الله وقوله تبارك وتعالى لا بد ان يكونا متوائمين متلائمين بحيث لا يتخلف احدهما عن الاخر لئلا يلزم نسبة الكذب الى خضرتي تعالى عن ذلك علوا كبيرا ولا شك ان ما كان وسيكون في عالمي الخلق والامر انما هو من فعله تعالى فلا يمكن ان يوجد في كلامه المبين شئ يخالف ما في عالم الخلق اذ في

عالم الامر من الاسماء والصفات والافعال والاثار والقوى والكيفيات والجواهر والوقائع
ولما كان اصل اصول الاسلام هو القرآن الكريم الذي حصل اليينا كما انزل الله
على سوله من غير تحريف ولا تضعيف ولا زيادة ولا نقصان ولم يكن الاحاديث الاجمالية
بهذه المشابة وكان في كتاب الله غنية لنا عن كل ما عداه كما قال عمر بن الخطاب
حسبنا كتاب الله اقصر الشيخ على تفسير القرآن ورأى ان في المدافعة عن القرآن فائز عن
الدين كله ولندكره هنا افردنا من تفسيره الذي حل فيه بعض الفاظ القرآن الحكيم
على معاني مجازية لم يجعلها عامة علماء الاسلام على تلك المعاني قبل الشيخ قال الشيخ
في تفسير الايات التي وقعت في اوائل سورة البقرة في بيان نعماء الجنة اما حقيقة
الجنة التي علمنا ربنا في كما قال عز اسمه في سورة البقرة فلا تعلم نفس ما اخفي لهم
من قرعة اعين جزاء ما كانوا يعملون واما حقيقتها التي اخبر بها المخبر الصادق عليه
الصلوة والسلام فهي كما اخرج الشيخان عن ابى هريرة رضي الله عنه قال قال رسول
الله صلى الله عليه وسلم قال الله تعالى اعدت لعبادي الصالحين ما لا عين رأت
ولا اذن سمعت ولا خطر على قلب بشر فلا يخفى انه لو كان حقيقتها على ما زعموا
هي الرياض والانهار والفواكه والثمار والجوارى العلمان وقصور من لؤلؤ وذهب
وفضية وانهار من لبن وتمر وعسل لكان مخالفا لما نطق به القرآن وما صح عن
النبي فان جميع تلك الاشياء مما تراه العين وتسمعه الاذان ويخطر على قلب بشر
ولا يقال ان ما في الجنة من الرياض والانهار وغيرها فهي اعلى واشرف من امثالها في
هذه الدنيا غاية العلو الشرف فلا يلزم ان ترى بالعيون وتسمع بالأذان كما ترى
تسمع امثالها في هذه الحيوة الدنيا لا نهان لم تكن ترى وتسمع فيها من غير ان تخطر

على قلب بشر فان تلك النعماء التي امثالها موجودة في هذه الحيوة الدنيا وان كانت
اعلى واشرف من امثالها الخسيسة الدنيوية غاية العلو الشرف فلا بد ان يكون
بينها وبين امثالها نوع من المماثلة والمشاركة والا فلا وجه لتسميتها بهذه الاسماء
فان سلمنا انها لا ترى بالعيون ولا تسمع بالأذان فلا نسلم انها لا تخطر على قلب بشر
ايضا وقد علمت ان حقيقة الجنة من شأنها ان لا يخطر على قلب بشر فعلم ان
جميع تلك النعماء التي تنسب للجنة انما هي عبارات عن قرعة اعين تكون فيها وتمثيلا
لها لتكون اوقع في قلب الانسان واقر بقرعة فيه الناقص وادراكه القاصر والحقيقة
الجنة وما هيتهما +

ثم اعلم ان الانسان كما خلقه ربه محمول على انه لا يدرك ولا يتصور الا ما ابصر بالعين
او لمس باليد او ذاق باللسان او شم بالأنف او احس بالقوة السامعة وقرعة اعين
تكون في الجنة لا ابصر مثلها الانسان بالعين قط ولا لمس باليد ولا ذاق باللسان
ولا شم بالأنف ولا احس بالقوة السامعة فالفطرة الانسانية تلبى ان يبلغ الانسان
كنه تلك القرعة وحقيقتها ثم ما يخاطب به الانسان انما يخاطب بما هو جازع على
لسانه من الالفاظ والكلمات ولا يوجد في لغة من لغات الانسان لفظ يعبر عن
لا يدرك بالحس فلا يمكن ان يعبر عن ذلك المعنى بعينه وان كان المعبر هو الله فان قد
على الممكنات لا على المحالات ثم كل لغة من لغات الانسان التي يخاطب بها بعضهم
بعض لا يوجد فيها ايضا لفظ ولا كلمة يعبر بها عن كفيات هذه الخسائر الدنيوية
كالحموضة والحلاوة والوجع والالم والكلفة والراحة وانما يعبر عن بعضها بما دقها
او بنوع من التمثيل والتشبيه مع ان ذلك المرادف والتمثيل ايضا يحتاج الى تفسير

آخر اهل جزاء - فما ظنك بحقائق الجنة التي عُبِّرَ عنها بقرة اعين كيف يمكن التعبير عنها بعينها وتصويرها في ذهن الانسان وان كان المعبر هو الله +
الا انه لما كان الانسان مجبوراً على استكشاف ما في آيات المأمور به من النعم وما في انكاس المنى عنه من الضر وكان لا يرغب في الطاعة الا بعد اطلع على نفعها ولا ينتهي عن المعصية الا بعد تبين مضارها وجب على كل نبي مرسل بل على كل محمد يصلي بعض المفاسد العامة ان يبين ذلك النفع ويدل على تلك المضار ولو كان نبوء من التمثيل والتشبيه +

ولما كان التعبير عن حقيقة تلك القرع للاعين بعينها متعذراً وكذلك عن حقيقة ما يقابلها من الآلام الروحانية احتاج الشارح الى بيان خراء الاعمال خيراً كان او شراً بكل واحدة او كلفة لا يتصور راحة وكلفة فوقها في هذا العالم والمقصود من ذلك البيان انما هو تصوير تلك القرع للاعين وما يقابلها من الآلام الروحانية بوجه من التشبيه ولو كان ناقصاً لاهذه الراحة او الكلفة بعينها +

ولذلك فقد قدم في التوراة بيان تلك القرع بكثرة الاولا ونزول الامطار وسعة الزرع والغلبة على الاعداء وامثالها وبيان ما يقابلها من الآلام الروحانية بموت الاولا والقحط والوباء والمفرجة من الاعداء وما أشبه ذلك الا ان هذه الامثال وان كانت اوقص في قلوب بني اسرائيل وانفذ ولكنهم لم تكن بحيث تقبّلها سائر الامم والميلل فجاء القرآن بامثال ابد منها في الانذار والتبشير اوقص في قلوب كافة الناس اوفى بحال كل فرد من افراد الناس شرقاً كان او غرباً يادياً كان او حاضراً وعالمياً كان او جاهلاً فان كل قوم سواء كانوا من البلاد الحارة او الباردة يحبون بيوتاً مرفهة ويساتين ناضرة ومياه جارية وفواكه طيبة يفرحون بها كل فرحة ويرغبون فيها كل رغبة ويشتهونها ويميلون اليها - وايضاً كان في المحر والجمال على اطلاقه لذة عجيبة تفضّل اليها النفوس تهتز القلوب واعجب الحسن والجمال اذا كان في الانسان ولا سيما في الجوارى والعلمان - فالتعبير عن قرع اعين تكون في الجنة بمثل هذه اللذات الفطرية - وما يقابلها من الآلام الروحانية بامثال النار والحديد والضرير والزقوم انما المقصود منه ان يحجز بوجود كل نعمة لا يتصور فوقها نعمة في الجنة وبإدراك كل نقمة لا يتصور فوقها نقمة في جهنم والا فالراحة التي تكون في الجنة والكلفة التي تكون في جهنم بالحقيقة **تثبت** فلا مائلة بينها وبين هذه الامثال التي نطق بها القرآن + **بالخير**

اعلان

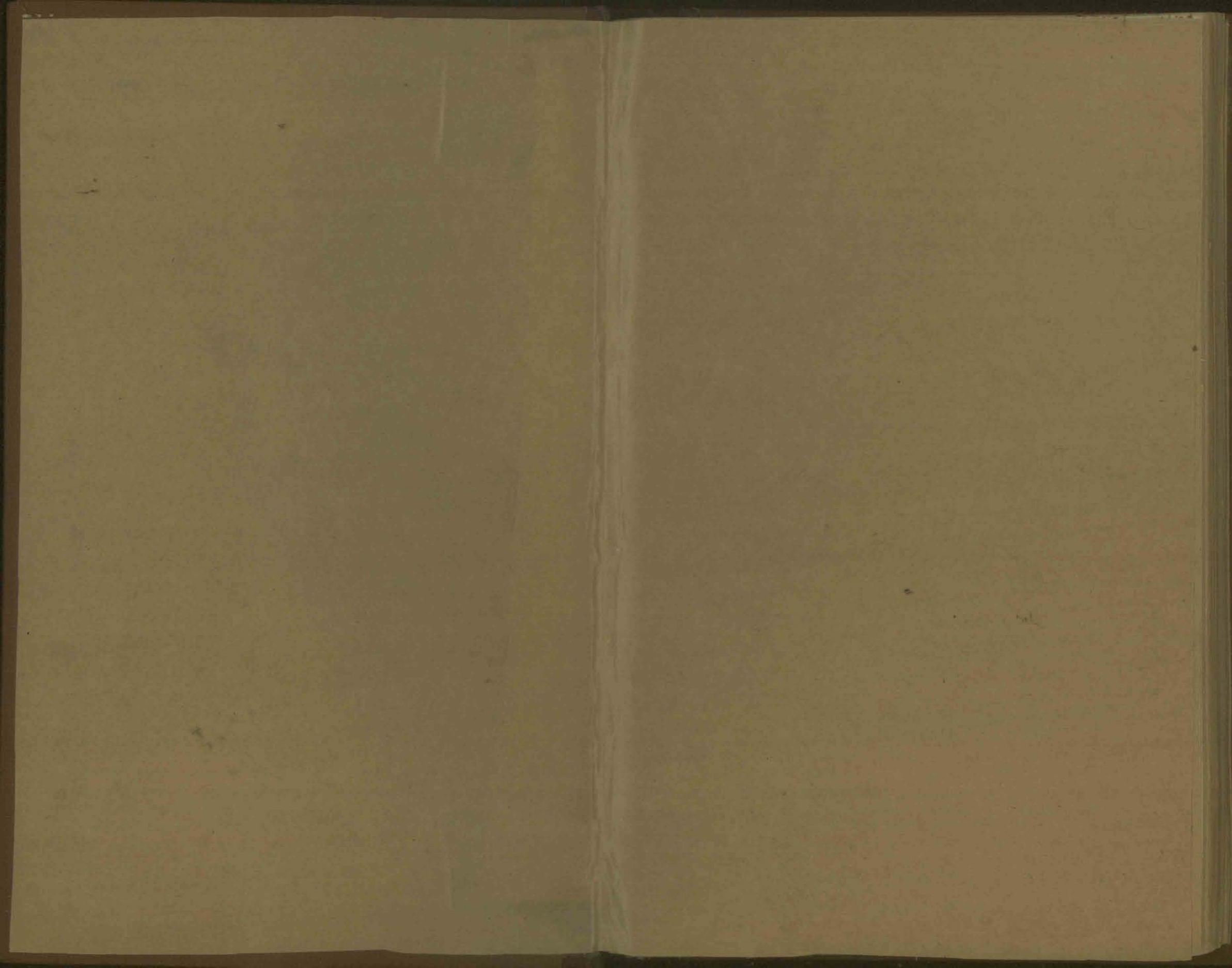
کیا جاتا ہے کہ جملہ حقوق تصنیف و تالیف کتاب خیمہ و نظم کلیات
بحق حضرت مصنف محفوظ ہیں۔ کوئی صاحب بلا اجازت جناب مصنف
صاحب مدوح اسکے کل یا جزو چھاپنے کے مجاز نہیں اگر چھاپے
تو نقصان اٹھائینگے۔ یہ کتاب براہ راست مصنف سے درخواست
کرنے پر دستیاب ہو سکتی ہے۔

المشہور
حافظ عبدالسار بگ مالک تحف ہند پریس کوچہ روح اللہ خاں

صوبہ دہلی







۳۵۹۶۸۰